

عالم ارواح کا میثاق
اور
عظمتِ مصطفیٰ ﷺ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز



عالم ارواح کا میثاق



اور

صلی علیہ وسلم

عظمتِ مصطفیٰ

خصوصی خطاب

www.MinhajBooks.com

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 042- 7237695

www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَىٰ حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكُوْنِيْنَ وَالْثَّقَلِيْنَ
وَالْفَرِيْقِيْنَ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

﴿ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ﴾

جملہ حقوق بحق تحریک منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	عالم ارواح کا میثاق اور عظمتِ مصطفیٰ ﷺ
خصوصی خطاب	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	محمد فاروق رانا
زیر اہتمام	:	فریڈملٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعتِ اول	:	مارچ 2009ء
تعداد	:	1,100
قیمت	:	90/- روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریک منہاج القرآن کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔اے) ۱-۴-۸۰/ پی آئی
وی، مؤرخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومت بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل
و ایم ۴/۹۷۰-۷۳، مؤرخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومت شمال مغربی سرحدی صوبہ
کی چٹھی نمبر ۲۳۴۱۱-۶۷-این-۱ / اے ڈی (لاہیریری)، مؤرخہ ۲۰ اگست
۱۹۸۶ء؛ اور حکومت آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / انتظامیہ
۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲، مؤرخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی
تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

www.MinhajBooks.com

فہرست

صفحہ	عنوانات
۷	<p>✿ پیش لفظ</p> <p>عالم ارواح کے میثاق</p> <p>پہلا میثاق</p> <p>دوسرا میثاق: انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلا میثاق نبوت</p> <p>آغاز آیت میں ’’اِذ‘‘ لانے کی معنوی اہمیت</p> <p>استفہام انکاری کا مرادی مفہوم</p> <p>پانچ عظیم المرتبت انبیاء علیہم السلام</p> <p>اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے بلند مرتبہ</p> <p>تیسرا میثاق: نبوت محمدی ﷺ پر انبیاء کرام سے میثاق</p> <p>میثاق نبوت محمدی ﷺ میں اقرار کا تقابلی فرق</p> <p>نبوت محمدی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا واسطہ</p> <p>مکہ مکرمہ میں انبیاء علیہم السلام کا قیام</p> <p>مرحلہ معراج میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا پر شکوہ منظر</p>

صفحہ	عنوانات
	<p>روزِ قیامت شانِ مصطفیٰ ﷺ کا عملی مظاہرہ</p> <p>روزِ محشر عرش پر حضور ﷺ کا جلوسِ عظمت</p> <p>آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا انتظار اور شہرِ مدینہ کا قیام</p> <p>حیوانات میں معرفتِ محمدی ﷺ کے مظاہر</p> <p>نباتات میں معرفتِ محمدی ﷺ کے مظاہر</p> <p>احیائے موتی کا بلند ترین تصور</p> <p>معجزہ دکھانے یا نہ دکھانے کا اختیار</p> <p>ایک قابلِ توجہ نکتہ</p> <p>محبتِ تعظیم و تکریم کے پیمانے خود وضع کرتی ہے</p> <p>ائمہ و اسلاف کا ادب و تعظیم مصطفیٰ ﷺ</p> <p>حرفِ آخر ❁</p> <p>مآخذ و مراجع ❁</p> <p>www.MinhajBooks.com</p>

پیش لفظ

وجہ تخلیق کائنات حضور ختمی مرتبت ﷺ کے ساتھ بندہ مومن کے تعلقِ حقیقی کے بارے میں شریعت کے صریح احکامات موجود ہیں۔ صحیح حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اُس کے والدین، اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“ یہی اصل ایمان ہے کہ روح کائنات ﷺ کے ساتھ انتہا درجے کا تعلقِ عشقی رکھا جائے۔ رب کائنات نے کائنات کے آغاز سے ہی تمام مخلوقات پر آپ ﷺ کی عظمت و رفعت، شان و شوکت اور اعلیٰ مقام و مرتبت کو واضح کر دیا تھا۔ اس پر قطعی دلیل وہ میثاقِ انبیاء ہے جس میں تمام انبیاء کرام سے آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔

اقامت و احیاء دین کا دار و مدار ایمان پر اور پھر کامل ایمان کا انحصار حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے عشق و محبت اور انتہا درجہ کی تعظیم و تکریم پر ہے۔ اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شب و روز کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اُن کا جو تعلقِ عشقی تھا اُس نے خود ہی محبت و تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ کے آداب سکھا دیے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر شان و شوکت اور بڑائی کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف ہی کرتے تھے۔ جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کا پتہ چلتا ہے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کسی بھی مساوات اور مماثلت کے قائل نہ تھے اور آپ ﷺ کو بے مثل مانتے تھے۔

اگر ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عشق و محبتِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ تسلسل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر تابعین، تبع تابعین اور کارائمه تک جاتا ہے۔ اُسلاف و اُخیر کے ادب و تکریمِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ حال تھا کہ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سنتے ہی

اُن کی آنکھیں چھم چھم برسنے لگتیں، اور وہ اتنا روتے کہ لوگ عیادت کے لیے آتے۔ بڑے بڑے اکابر ائمہ و اولیاء کرام جو اپنی معمول کی زندگی میں کثیر التہنم، انتہائی خوش مزاج اور ظریف الطبع تھے وہ بھی آپ ﷺ کے عشق و محبت میں نہایت حزیں اور مغموم ہو جاتے۔

تحریکِ منہاج القرآن ایک رسول نما تحریک ہے۔ اس کے قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی ہمیشہ سے قرآن و حدیث کے مطابق صحیح عقائد کے احیا و ابلاغ میں مصروف عمل ہیں۔ عالمی میلاد کا نفرنس ۲۰۰۸ء کے موقع پر ہونے والے اس خطاب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے میثاقِ انبیاء علیہم السلام سے لے کر صحابہ کرام ﷺ اور بعد کے اکابر اسلاف، پھر حیوانات، نباتات اور جمادات کا حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حسی و عشقی تعلق بیان کر کے اُمتِ مسلمہ کو پیغام دیا ہے کہ اگر اُمت چاہتی ہے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور احسان و اکرام ہو اور وہ پھر سے ترقی و کامیابی سے ہمکنار ہوں تو ضروری ہے کہ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سینے میں عشق و محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے چراغِ فروزاں کیے جاسکتے ہیں۔ وہ ٹوٹا ہوا میثاق، جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے لیا، اُنہوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے اور رب تعالیٰ نے خود حضور نبی اکرم ﷺ کی اُمت سے لیا، اُس کو جوڑا جائے۔ ہر سال آقا ﷺ کا یومِ ولادت اور ماہِ ربیع الاول اسی لئے آتا ہے کہ ادب و تعظیم اور تکریمِ رسول ﷺ کی وہ میراث جو صحابہ کرام ﷺ سے ملی تھی، اُن سے تابعین میں منتقل ہوئی اور پھر دیگر ائمہ اور اسلاف کو حاصل ہوئی وہ ہمیں بھی نصیب ہو اور اُمتِ مسلمہ کا کھویا ہوا وقار بحال ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ سے حقیقی عشق اور لازوال محبت عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

(محمد فاروق رانا)

ڈپٹی ڈائریکٹر ریسرچ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَسُولِهِ
النَّبِيِّ الْأَمِينِ الْمَكِينِ الْكَرِيمِ الرَّؤُفِ الرَّحِيمِ.

○ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ
عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنِّي السُّبْحُتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوا بَلَىٰ جَ شَهِدْنَا جَ أَنْ تَقُولُوا
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ○ (۱)

صَدَقَ اللَّهُ مَوْلَانَا الْعَظِيمِ.

اللہ رب العزت کا شکر ہے، جس نے ہمیں اپنی خلق کی سب سے بڑی نعمت
حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی عطا کی اور ہمیں توفیق مرحمت فرمائی کہ ہم حضور نبی
اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ اپنا رشتہ محبت، رشتہ اتباع، رشتہ تعظیم اور رشتہ
نصرت استوار کر سکیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کی اس نسبت کے پیش نظر وہ
عظیم شب عطا کی جو بارہ ربیع الاول کی شب میلادِ مصطفیٰ ﷺ ہے تاکہ ہم روئے زمین پر
آقا ﷺ کی ولادت کی خوشیاں منا سکیں، اور میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی ان خوشیوں کے ساتھ
اپنی زندگی ظاہراً و باطناً حضور ﷺ کی غلامی، اطاعت اور اتباع میں گزار سکیں۔

(۱) الأعراف، ۴: ۱۷۲

عالم ارواح کا میثاق

آج کی اس مبارک رات کی مناسبت سے میں نے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ ”عالم ارواح کا میثاق“ ہے۔ میثاق سے مراد وہ عہد، پختہ وعدہ اور حلف ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کبھی تمام افراد کی ارواح سے اور کبھی صرف انبیاء کرام اور رسلِ عظام کی ارواح سے لیا۔

عالم ارواح میں تین میثاق ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک میثاق وہ ہے جس کا ذکر سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ میں یوں کیا گیا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ۗ شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غٰفِلِينَ ۝

”اور (یاد کیجئے!) جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی اور ان کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا (اور فرمایا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ (سب) بول اٹھے: کیوں نہیں؟ (تو ہی ہمارا رب ہے،) ہم گواہی دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے“

باقی دو کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ ترتیب کے ساتھ آگے آئے گا۔ یہ تین میثاق جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عالم ارواح میں لیے، کیا تھے؟

۱۔ پہلا میثاق اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انسانوں کی روحوں سے اپنی توحید اور اُلُوہیت کا لیا جس میں اللہ رب العزت نے ہر انسانی روح سے یہ عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانے گا، اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے گا اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔ اسے ”میثاقِ اَلَسْتُ“ بھی کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے بعد دوسرا میثاق اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انبیاء اور رسولوں کی روحوں سے لیا۔ یہ میثاقِ نبوت تھا، جو اس امر کا اعلان تھا کہ تمہیں نبوت عطا کی جائے گی اور اپنی رسالت کا فریضہ ادا کرنے کے لیے تم اپنے اپنے وقت پر مبعوث کیے جاؤ گے اور تمہارے یہ فرائضِ نبوت و رسالت فروغِ دین کے لیے ہوں گے۔ جس طرح کسی شخص کو ایک عہدے پر فائز کیا جاتا ہے، تو اس appointment کے پہلے declaration کے طور پر ایک رسمِ حلف برداری (oath-taking ceremony) ہوتی ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی حلف برداری کی یہ ایک روحانی تقریب (spiritual ceremony) تھی۔

۳۔ تیسرا میثاق بھی صرف انبیاء اور رسل عظام علیہم السلام سے تھا اور وہ میثاق اُن سے نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان لانے کا تھا۔ ہر نبی اور ہر رسول سے یہ وعدہ لیا گیا کہ وہ پیغمبرِ آخر الزماں سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائیں گے اور ان کے پیغمبرانہ مشن کی مدد کریں گے۔

اب ہم عالمِ ارواح میں ہونے والے نینوں مواعین کے مضامین کا تجزیہ کریں گے اور قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کی روشنی میں اُن کا تقابلی مطالعہ اور باہمی موازنہ کریں گے۔

پہلا میثاق

پہلا میثاق اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنی ذات، اپنی وحدانیت، اپنی توحید اور اپنی اُلوہیت کی نسبت سے تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی توحید کے لیے عہد لے رہا ہے کہ توحید پر ایمان لاؤ گے اور شرک نہیں کرو گے۔ اس کے لیے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ (۱)

”اور (یاد کیجئے!) جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان

(۱) الأعراف، ۴: ۱۷۲

کی نسل نکالی۔“

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ میثاق مقامِ عرفات میں لیا گیا۔ اُس وقت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے تمام انسانوں کو - جو قیامت تک اُن کی نسل سے اس دنیا میں پیدا ہونے والے تھے - روحوں کی شکل میں ان کے سامنے مشکل کیا گیا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِي عَرَفَةَ، فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَاهَا، فَنَشَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قَبْلًا. (۱)

”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت (میں موجود انبیاء) سے مقامِ عرفہ پر میثاق لیا، پس آپ کی پشت سے تمام ذریت کو نکالا جسے اُس نے پیدا کیا تھا، پھر انہیں اپنے سامنے (سورج کی شعاعوں میں نظر آنے والے) ذرات کی شکل میں بکھیر دیا، پھر اُن کے ساتھ براہِ راست کلام فرمایا۔“

آدم علیہ السلام کی پشت سے ان تمام انسانوں کی روحوں کو نکالا گیا جو قیامت تک دنیا میں پیدا ہونے والے تھے اور انہیں روحوں کی شکل دے کر آدم علیہ السلام کے سامنے لایا گیا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے سامنے اُن سب انسانی روحوں سے خطاب کیا اور فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں)؟ سب نے سر تسلیم خم کیا اور جواب دیا: بَلٰی (ہاں! باری تعالیٰ تو ہی ہمارا رب ہے)۔ جب سب نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی اُلُوہیت، وحدانیت اور ربوبیت کا اقرار کر لیا تو آگے قرآن فرماتا ہے:

شَهِدْنَا نَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غٰفِلِينَ ۝ (۲)

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۷۲

(۲) الأعراف، ۷: ۱۷۲

”ہم گواہی دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے“

یہ عہد صرف انبیاء اور رسولوں سے نہیں تھا بلکہ پوری نسلِ بنی آدم اور تمام کائناتِ انسانی کے جملہ افراد سے تھا۔ جب انہوں نے اقرار کر لیا تو حدیث میں آتا ہے کہ ملائکہ نے اس کے اوپر گواہی دی اور تمام فرشتوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے گواہ بنایا۔^(۱) شَهِدْنَا کے کلمہ میں ملائکہ کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کا اقرار کیا اور گواہ ہو گئے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوری زمین و آسمان کو گواہ بنا دیا^(۲) تاکہ اپنے اپنے وقت پر جب یہ لوگ دُنیا میں پیدا ہو چکے ہوں گے، اور قوموں کی شکل میں موجود ہوں گے تب اللہ تبارک و تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی اور رسول آئیں گے اور انہیں توحید کی دعوت دیں گے، تو ان میں سے بے شمار لوگ منکر ہو جائیں گے (جیسا کہ ہوتے رہے)۔ کئی ایمان لائیں گے اور کئی روہیں اپنا اقرار بھول جائیں گی۔ وہ کفر و شرک کریں گی، منکر ہو جائیں گی، انبیاء کو رد کریں گی، اُن کی دعوت قبول نہیں کریں گی۔ جب قیامت کے دن وہ اس امر سے منکر ہوں گے تو اُن کے انکار کو رد کرنے کے لیے یہ گواہی دلوائی تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں اس کا پتہ ہی نہیں تھا۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ جو گواہی لی گئی، وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اَلَّا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا کہ اے انسان! تو میرے ساتھ، میری وحدانیت پر ایمان رکھے گا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔^(۳)

(۱) ۱- طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، ۹: ۱۱۳

۲- قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۷: ۳۱۸

۳- ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۲: ۲۶۲

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۲۷

(۳) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۲۷

یہ مضمون حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت سعید بن جبیر کے طریق پر مروی ہے۔ (۱) یہی مضمون بخاری اور مسلم، دونوں کتب حدیث میں وارد ہوا ہے۔ (۲) پھر یہی مضمون امام نسائی نے السنن کی کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر روح سے اپنی توحید پر ایمان لانے اور شرک نہ کرنے کا عہد لیا تھا۔ امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم رازی اور حافظ ابن کثیر نے بھی اسی کو روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ روایت کیا:

إِنَّ اللَّهَ مَسَحَ صُلْبَ آدَمَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ كُلَّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۳)

”اللہ تعالیٰ نے جب آدم عليه السلام کی صلب پر اپنا دست قدرت پھیرا، اور اُس سے ہر وہ جاندار نکال دیا جسے وہ قیامت کے دن تک آپ کی اولاد میں سے پیدا کرنے والا تھا۔“

اسی طرح جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اقدس ہے:

لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۷۲

(۲) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب الأنبياء، ۳: ۱۲۱۳، رقم: ۳۱۵۶

۲- مسلم، الصحيح، کتاب صفة القيامة، ۳: ۲۱۶۰، رقم: ۲۸۰۵

۳- نسائی، السنن الكبرى، ۶: ۳۳۷، رقم: ۱۱۱۹۰

(۳) ۱- طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، ۹: ۱۱۲

۲- ابن ابی حاتم رازی، تفسير القرآن العظيم، ۵: ۱۶۱۲-۱۶۱۶

۳- ابن کثیر، تفسير القرآن العظيم، ۲: ۲۶۲

حَاَلِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۱)

”اللہ تعالیٰ نے جب آدم ﷺ کو پیدا فرمایا تو ان کی صلب پر اپنا دستِ قدرت پھیرا۔ چنانچہ آپ کی پشت سے ہر وہ جاندار گر پڑا جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک آپ کی اولاد میں پیدا کرنا تھا۔“

یعنی قیامت تک جس جس روح اور جس جس وجودِ بشری کو اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا میں پیدا کرنے والا تھا، اُسے صلبِ آدم سے نکالا اور بصورتِ روح متشکل کر کے تمام ارواح سے یہ عہد لیا کہ وہ سارے کے سارے لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا: جب اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا جواب بلی دے چکے اور اقرار تو حید و اقرارِ ربوبیت کر چکے تو پھر فرشتوں نے اپنی زبان سے کہا:

شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ (۲)

”ہم گواہی دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے،“ (۳)

اب یہی مضمون سیدنا فاروق اعظمؓ سے بھی مروی ہے۔ تفصیل کے ساتھ اس کا بیان ”سنن ابی داؤد“ میں بھی آیا ہے، (۴) اور ”جامع ترمذی“ میں بھی ہے۔ (۵)

(۱) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب التفسیر، باب ومن سورة الاعراف، ۵: ۲۶۷، رقم: ۳۰۷۶

۲- حاکم، المستدرک، ۲: ۳۵۵، رقم: ۳۲۵۷

(۲) الأعراف، ۷: ۱۷۲

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۲۶۲

(۴) أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی القدر، ۴: ۲۲۶، رقم: ۴۷۰۳

(۵) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب التفسیر، ۵: ۲۶۶، رقم: ۳۰۷۵

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے ^(۱)، اس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔ ^(۲) یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاں اس مضمون کو بیان کیا وہ ایک ہی مضمون ہے کہ یہ میثاقِ توحید تھا اور اس پر ملائکہ کی گواہی تھی۔ حضرت ابو جعفر الرازی نے اس کو حضرت ابو العالیہ کے طریق سے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ان کا مضمون بھی یہی ہے۔ ان کے مضمون میں زمین و آسمان کی گواہی کا بھی ذکر آیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

جَمَعَهُمْ لَهُ يَوْمَئِذٍ جَمِيعًا مَا هُوَ كَائِنٌ مِنْهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَجَعَلَهُمْ
أَرْوَاحًا، ثُمَّ صَوَّرَهُمْ، وَاسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوا، وَأَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ
وَالمِيثَاقَ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنْهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. ^(۳)

”اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے لیے اُس دن اُن تمام (ارواح) کو جمع کیا جو نسل بنی آدم سے قیامت کے دن تک دنیا میں پیدا ہونے والے تھے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سب کو روحوں کی شکل میں مشکل کیا اور ان کو قوت گویائی عطا کی، پھر وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے کلام کرنے لگے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سے عہد اور میثاق لیا، جو کہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے، کہ میرے سوا کوئی معبود اور رب نہیں ہے، اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔“ ایک حدیث میں ہے کہ اس کے اوپر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میں ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو تمہارے اوپر گواہ بناتا ہوں۔ ^(۴) تو زمین و آسمان نے اپنی زبانِ حال سے اس پر گواہی دی۔

www.MinhajBooks.com

(۱) مالک بن انس، الموطأ، کتاب القدر، ۲: ۸۹۸، رقم: ۱۵۹۳

(۲) ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۵: ۱۶۱۲، رقم: ۸۵۲۷

(۳) حاکم، المستدرک، ۲: ۳۵۳، رقم: ۳۲۵۵

(۴) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۳۵

دوسرا میثاق: انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلا میثاقِ نبوت

اب آتے ہیں دوسرے میثاق کی طرف جو کہ میثاقِ نبوت ہے۔ یہ میثاق صرف انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ اس لیے کہا گیا کہ یہ ان کی رسمِ حلفِ براداری (oath-taking ceremony) تھی۔ اللہ رب العزت کا جن جن کو نبوت و رسالت کے اعزاز سے بہرہ یاب کرنے کا ارادہ اور امر ہو گیا تھا، ان انبیاء کی ارواح کو جمع کیا اور ان سے جو عہد و میثاق لیا وہ بشکلِ حلفِ نبوت تھا کہ تمہیں نبوت و رسالت سے سرفراز کروں گا اور تم نے اپنی نبوت و رسالت کے یہ فرائض ادا کرنے ہیں۔ اس میثاق کا ذکر سورہ احزاب کی آیت نمبر ۷ اور ۸ میں یوں ہوا ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ ۚ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۗ لِّيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ (۱)

”اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغ رسالت) کا عہد لیا اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) سے اور ہم نے اُن سے نہایت پختہ عہد لیا تاکہ (اللہ) سچوں سے اُن کے سچ کے بارے میں دریافت فرمائے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے“

آغازِ آیت میں ’اِذ‘ لانے کی معنوی اہمیت

یہاں ایک عمومیت کی شق ہے۔ اجمالی طور پر فرمایا: ”اور یاد کریں۔“ ایک قاعدہ یاد رکھ لیں کہ قرآن مجید کا نزول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوا ہے اور جبرائیل امین براہ

راست آقا ﷺ کے قلبِ اطہر پر وحی قرآن لے کر نازل ہوئے جس کے مخاطب اُولئین آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور جب بھی قرآن مجید میں لفظ ”اِذْ“ آتا ہے تو اس سے قبل اُدْکُوْرُ محذوف ہوتا ہے۔ اس لیے آپ قرآن مجید کا جو ترجمہ بھی اٹھا کے دیکھیں تو اُس میں لکھا جائے گا: اور یاد کرو جب آپ کے رب نے یہ کہا۔ اور یاد کیجئے جب ہم نے انبیاء سے یہ میثاق یا یہ عہد لیا۔ اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے یہ کہا۔ اور یاد کیجئے جب بنی اسرائیل سے ہم نے یہ کہا۔ تو جب لفظ ”اِذْ“ آتا ہے تو اس کے ساتھ ”یاد کیجئے“ کا امر ہوتا ہے۔ مگر وہ عبارتاً نہیں معنی ہوتا ہے۔ تو گویا جہاں جہاں قرآن مجید میں کلمہ ”اِذْ“ کے ساتھ کوئی آیت شروع ہوئی ہے، وہاں بیان کیا جانے والا واقعہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور ﷺ سے یوں بیان کیا ہے: میرے حبیبِ مکرم! یاد کریں وہ وقت، وہ واقعہ جب یہ بات ہوئی۔ تو جب کسی کو یہ کہا جائے کہ یاد کریں وہ واقعہ۔ تو کیا جو شخص اُس واقعہ کے وقت موجود ہی نہ تھا! اُس کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ یاد کریں وہ وقت؟ وہ کہے گا: میں کیا یاد کروں، میں تو موجود ہی نہیں تھا، مجھے تو علم ہی نہیں ہے۔ تو یاد وہ بات کرائی جاتی ہے جو پہلے سے اُس کے علم میں اور اُس کے سامنے رونما ہو چکی ہو، وہ شخص خواہ جسمانی طور پر موجود ہو یا روحانی اور علمی طور پر موجود ہو؛ یعنی باعتبارِ خبر یا باعتبارِ علم یا باعتبارِ آگاہی موجود ہو۔ قرآن مجید نے آدم ﷺ کی تخلیق پر بھی اِذْ کہا ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. (۱)

”اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔“

اور جب انبیاء علیہم السلام کی روحوں سے میثاق لیا جا رہا تھا تو اس کا ذکر بھی اِذْ کے ساتھ کیا:

وَإِذْ اٰخَذْنَا مِنَ النَّبِیِّیْنَ مِیثَاقَهُمْ. (۲)

(۱) البقرة، ۲: ۳۰ (۲) الأحزاب، ۳۳: ۷

”اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغ رسالت) کا عہد لیا۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تخلیقِ آدم اور میثاقِ انبیاء سے بھی پہلے موجود تھے، خواہ آپ ﷺ کا وجود بشری شکل میں تھا یا روحانی شکل میں۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ جس زمانے کی بھی بات کرتا ہے حضور ﷺ کو یاد دلا کر بات کرتا ہے۔

استفہامِ انکاری کا مرادی مفہوم

اسی طرح قرآن حکیم میں کہیں صیغہ بدل جاتا ہے:

الْمَ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ (۱)

”(اے میرے حبیب!) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟“

عربی لغت کی رو سے جب لَمْ سے پہلے ہمزہ استفہامیہ آجائے تو وہ استفہامِ انکاری ہو جاتا ہے۔ اور لَمْ چونکہ انکار کے لیے ہوتا ہے، لہذا منفی اور منفی دونوں مل کے اثبات ہو جاتا ہے، یعنی جب ہمزہ استفہامیہ لَمْ پر یا لا پر آئے گا تو وہ استفہامِ انکاری بنے گا اور اُس کا معنی و مفہوم اور مراد اثبات ہوتا ہے۔

تو جب الْمَ تَرَ كَيْفَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا؟) کہا تو اُردو، انگلش اور دنیا کی ہر زبان میں یہی طریقہ ہے کہ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا؟“ کا مطلب ہوتا ہے: آپ نے دیکھا ہے یعنی آپ جانتے ہیں کہ ابرہہ کا لشکر حملہ آور ہوا۔ آقا ﷺ کی ولادت سے پہلے جب آپ ﷺ رحمِ مادر میں ہیں، ابرہہ کا لشکر حملہ آور ہوتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کو دورانِ وحی اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: میرے محبوب! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ابرہہ کے ہاتھیوں کے ساتھ کیا حشر کیا تھا؟ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ولادت سے

(۱) الفیل، ۱۰۵: ۱

پہلے کے واقعات اللہ تعالیٰ یاد دلا رہا ہے جس کا مطلب ہے: ”ہاں آپ نے دیکھا ہے۔“ حضور ﷺ ولادت سے پہلے بھی دیکھتے تھے اور کائناتِ بشریت کے آغاز سے پہلے بھی اُن انبیاء علیہم السلام کے میثاق پر گواہ تھے۔ لہذا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی اور آپ ﷺ کا علم اور آپ کی خبر سارے زمانوں کو محیط ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے یہ اُسلوب بے ساختہ متعدد مقامات پر اپنایا ہے۔

پانچ عظیم المرتبت انبیاء علیہم السلام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ (۱)

”اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغ رسالت) کا عہد لیا۔“

یہ تو اجمالی بات تھی۔ اب ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش جتنے انبیاء علیہم السلام تھے ان تمام انبیاء کرام سے ”میثاقِ نبوت“ لیا مگر کم و بیش سو لاکھ میں سے سب سے اونچے درجے کے اولوا العزم انبیاء کرام پانچ ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوری کائناتِ نبوت میں سے پانچ انبیاء کرام کو سب سے بلند رتہ نبی قرار دیا ہے۔ اب اجمالی طور پہ سب انبیاء کرام علیہم السلام سے جو میثاق لیا اس کا ذکر کرنے کے بعد بطور خاص اُن پانچ انبیاء کرام کا نام لیا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے آخر میں مبعوث ہوئے ہیں لیکن قرآن مجید اُس دن کے میثاقِ نبوت کی بات کرتے ہوئے عمومی ذکر کر کے خصوصی ذکر کی طرف آتا ہے۔ یعنی general clause کے بعد specific clause بیان فرمائی ہے۔ فرمایا: سب انبیاء کرام سے عہد لیا، کون کون؟ اُن میں سے چند ایک کا نام بتاتے ہیں:

وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ ۚ وَآخِذْنَا

(۱) الأحزاب، ۴:۳۳

مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝ (۱)

”اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) سے اور ہم نے اُن سے نہایت پختہ عہد لیا“

اب یہاں کتنی لطیف بات ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی ہے مگر یہاں ذکر سب سے پہلے ہوا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر ذکر کرنا ہی تھا تو اس ترتیب سے کیا جاتا جس ترتیب سے وہ دنیا میں مبعوث ہوئے۔ مگر نہیں! آئے تو اپنی ترتیب کے ساتھ ہیں مگر رب کائنات ترتیب بعثت کو بدل کے ترتیب مرتبت قائم کر دیتا ہے۔ جو رتبے میں سب سے اونچا ہے اُس کا نام پہلے لیتا ہے اور پھر اگلی بات یہ کہ بعد ازاں رتبہ کی ترتیب بھی سارے پانچوں پر قائم نہیں رکھتا کیوں کہ رتبے میں دیکھیں تو ابراہیم ؑ سب سے اولو العزم ہیں۔ چونکہ ملت ابراہیمی پر ہی آقا ﷺ آئے ہیں تو آقا ﷺ کا ذکر حسب مرتبہ سب سے پہلے کر دیا۔ اور اُس کے بعد پھر ترتیب مراتب نہیں رکھی، بلکہ بعد میں ترتیب بعثت لے آئے۔ صرف ایک single نام کی خاطر ترتیب بدل دی، جب حضور ﷺ کا نام لے لیا تو پھر ترتیب وہی برقرار رکھی۔ اللہ رب العزت کے انداز دیکھیے۔ فرمایا: محبوب! آپ سے عہد لیا اور نوح سے لیا، اور ابراہیم سے لیا اور موسیٰ سے لیا اور عیسیٰ سے لیا، اور ہم نے ان سب انبیاء کرام سے بڑا پختہ میثاق نبوت لیا۔ اب یہ عہد کس چیز کا تھا، اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

أَنَّهُ أَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ فِي إِقَامَةِ دِينِ اللَّهِ وَإِبْلَاجِ رِسَالَتِهِ. (۲)

یہ اس چیز کا عہد تھا کہ یہ تمام انبیاء کرام جب دنیا میں مبعوث ہوں گے تو اللہ

(۱) الأحزاب، ۴: ۳۳

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۰

تعالیٰ کے دین کی اقامت کریں گے، اللہ تعالیٰ کے دین کو فروغ دیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا پیغام نسل بنی آدم تک اور اپنی اپنی اقوام تک پہنچائیں گے۔

ایک اور مقام پر سورہ شوریٰ میں بھی اس کا ذکر کیا:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ. (۱)

”اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا جس کا حکم اُس نے نوح (علیہ السلام) کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا (وہ یہی ہے) کہ تم (اسی) دین پر قائم رہو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔“

حضرت نوح (علیہ السلام) کا ذکر چلا آ رہا تھا کہ ہم نے آپ کے لیے بھی اسی دین کو منتخب کیا اور اسی دین کو recommend کیا جو نوح (علیہ السلام) کو کیا تھا۔ اب ایک independent clause سے ایک نیا article شروع ہو رہا ہے۔ وہ کون سا دین ہے جو نوح (علیہ السلام) کو بھی دیا تھا؟ فرمایا: یہ وہی دین ہے جو محبوب! ہم نے آپ کی طرف بھی بھیجا ہے اور جو ہم نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی طرف بھی بھیجا اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف بھی بھیجا اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف بھی بھیجا، وہی پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کیا جائے۔

آپ نے دیکھا کہ یہاں حضرت نوح (علیہ السلام) کے ذکر میں جب آقا (علیہ السلام) کا ذکر ہوا تو حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) سب اولو العزم پیغمبروں کا ذکر حضور ﷺ کے بعد کر دیا۔ یہی ترتیب یہاں بھی ہے۔ تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر

الانبیاء ہونے کے باوجود ذکر میں ان سب سے پہلے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ﴾ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبُعْثِ فَبَدَأَ بِي قَبْلَهُمْ. (۱)

”میں مخلوق میں پیدائش کے لحاظ سے سب سے پہلا اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہوں سو ان سب سے پہلے (نبوت) کی ابتدا مجھ سے ہی کی گئی۔“

حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اَلْسُتُّ بَرَبِكُمْ؟ فرمایا تھا تو اس میں انبیاء و غیر انبیاء سب شریک تھے۔ حدیث پاک میں یہ بھی مذکور ہے کہ سب سے پہلے جس کی زباں سے بلی کا کلمہ نکلا وہ تاجدار کائنات ﷺ تھے۔ (۲) اور حدیث مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ پھر جب آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ نور محمدی کی تعظیم میں سجدہ ریز ہوئے تو سب سے پہلے سجدہ آدم کے لئے جس کی جبین زمیں پر جھکی وہ جبرائیل امین تھے۔ پس جنہوں نے نور محمدی کی تعظیم میں سب سے پہلے اپنی جبین حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ تعظیمی میں جھکا دی وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور اس امر الہی کی تعمیل میں تمام ملائکہ کے امام ہو گئے۔

(۱) ۱- ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۴۹

۲- دیلمی، مسند الفردوس، ۳: ۲۸۲، الرقم: ۲۸۵۰

۳- دیلمی، مسند الفردوس، ۴: ۴۱۱، الرقم: ۷۱۹۵

۴- بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۵۰۸

۵- قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۷: ۱۵۵

(۲) آلوسی، روح المعانی، ۹: ۱۱۱

اولو العزم انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے بلند مرتبہ

جس نے اَلْسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں سب سے پہلے بلی کہہ کر اپنی اپنی زبان کھولی، وہ تاجدارِ کائنات اور خاتم الانبیاء ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خِيَارُ وَلَدِ آدَمَ خَمْسَةَ نُوحٍ وَأَبْرَاهِيمَ وَعِيسَى وَمُوسَى (عليهم السلام)،
وَمُحَمَّدٌ ﷺ. (۱)

”کل نسل بنی آدم میں سب سے بلند مرتبہ پانچ نفوسِ قدسیہ ہیں، وہ (اولو العزم انبیاء) حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) اور حضرت محمد ﷺ ہیں۔“

پوری کائنات نبوت میں سب سے بلند مرتبہ رسالتِ محمدی ﷺ کا ہے جس کے متعلق فرمایا:

و خَيْرُهُمْ مُحَمَّدٌ أَجْمَعِينَ. (۲)

”اور محمد ﷺ ان سب سے اعلیٰ رتبے میں ہیں۔“

فرمایا کہ یہ تمام انبیاء کرام بھی حضرت آدم ﷺ کی پشت (صلب) سے روحوں کی طرح نکالے گئے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح بھی اسی طرح روحوں میں متمثل کر کے سامنے لائی گئیں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے عہد لے۔ اور حضرت آدم ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو روشن چراغوں کی شکل میں منور دیکھا، وَعَلَيْهِمْ كَالنُّورِ (۳)

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۵

(۲) بزار، المسند، ۸: ۲۵۵، رقم: ۲۳۶۸

(۳) حاکم، المستدرک، ۲: ۳۵۳، رقم: ۳۲۵۵

اور ہر نبی کی روح نور کی طرح چمک رہی تھی اور ان سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا میثاق لیا، (۱) اور اس پر گواہ فرشتوں کو بنایا تھا یا زمین و آسماں کو بنایا تھا۔ جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ان کی نبوت و رسالت کے فرائض کی ادائیگی کی گواہی لی جا رہی ہے۔ تو فرمایا: **يَسْئَلُ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكَٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا** (۲) کہ قیامت کے دن وہ جو ان کی اُمت کے مبلغین اور علماء ہوں گے، جو ان انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کا پہنچایا ہوا پیغام تصدیقاً اور تبلیغاً آگے امت کے افراد تک عمر بھر پہنچاتے رہے ہوں گے۔ قیامت کے دن جب ان انبیاء علیہم السلام سے سوال ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی امتوں کو پہنچا دیا تھا یا نہیں اور کفار انکار کرنے لگیں گے تو ان انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے علماء اور مبلغین کھڑے ہو کر اپنے نبیوں کے حق میں گواہی دیں گے۔ (۳) **لَيَسْئَلَنَّ الصّٰدِقِيْنَ**۔ سچے لوگوں سے پوچھا جائے گا اور ان کے صدق اور ان کی سچائی پر گواہی لی جائے گی۔ تو امت کے سچے لوگ مبلغین و علماء حق جو سچائی کے علم بردار ہیں وہ پیغمبروں کی نبوت و رسالت کے فریضے کی ادائیگی پر اپنی گواہی دیں گے۔ (۴) تو گویا انبیاء علیہم السلام کے میثاقِ نبوت پر گواہ ان کی امت کے علماء کو بنایا اور پوری نسل بنی آدم کے میثاقِ توحید پر فرشتے گواہ ہوئے اور میثاقِ نبوت پر آقا ﷺ کی امت کے صادقین، اہل صدق یعنی سچائی کے علم بردار، اولیاء، علماء، صلحاء اور متقین ہوئے۔ دیگر امتوں کے صدق کے علمبردار اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کے اوپر گواہ ہوں گے۔ اور پھر جو کفار انکار کر رہے ہوں گے ان کے انکار کو اس گواہی کے ذریعے رد کر دیا جائے گا۔

www.MinhajBooks.com

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۳۵

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۸

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۲۶۹

(۴) تفسیر بغوی، ۳: ۵۰۸، ۵۰۹

تیسرا میثاق: نبوتِ محمدی ﷺ پر انبیاءِ کرام سے میثاق

اب تیسرا میثاق جو آج کا موضوع ہے۔ میں نے دو میثاق کا ذکر پہلے کیا، اس لئے کہ آپ اس تیسرے کو evaluate کریں۔ میثاقِ توحید اللہ ﷻ نے ان تمام انسانوں سے لیا اور اس پر گواہ ملائکہ بنے۔ اور میثاقِ نبوت سب انبیاءِ علیہم السلام سے لیا اور اس پر گواہ اُمت کے اہلِ صدق، اولیاء و صادقین بنے۔

تیسرا میثاق جس کا ذکر قرآن میں عالمِ ارواح کے باب میں سورۃ آل عمران میں ہوا ہے۔ قرآن مجید کی ترتیب میں سب سے پہلے اس میثاق کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد میثاقِ توحید کا ذکر سورۃ الاعراف میں اور اس کے بعد آخر میں میثاقِ نبوت کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے۔ آل عمران میں جس میثاقِ نبوتِ محمدی ﷺ کا ذکر ہے۔ یہ وہ میثاق ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب انبیاءِ کرام علیہم السلام سے اور سب رسولوں سے لیا۔ ان کی اپنی نبوتوں کا میثاق تو ہو گیا تھا۔ اب ان سے یہ عہد لیا گیا کہ تم نبوت و رسالتِ محمدی کی اتباع میں اپنے سر نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ کے آگے جھکا دو۔ یہ عہدِ تعظیمِ رسالتِ محمدی ﷺ، اتباعِ رسالتِ محمدی ﷺ، آقا ﷺ پر ایمان لانے اور حضور ﷺ کے مشن کی نصرت کرنے کا لیا جا رہا ہے۔ اور نہ صرف اپنی ذات کی حد تک بلکہ ان سے یہ بھی عہد لیا جا رہا ہے کہ میرے محبوبِ آخر الزماں ﷺ کی بعثت کا ڈنکا بھی تم اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی اُمت کے سامنے بجاتے جاؤ گے۔ ہر نبی کی ذمہ داری ہوگی کہ اپنی اُمت کو اپنی نبوتِ رسالت کے ذریعے میری توحید کا پیغام پہنچائے اور اپنی تعلیمات پہنچائے جو میں نے دی ہیں، مگر اصل آنے والا جس کی خاطر پوری بزمِ کائنات سجائی گئی ہے، اور تمہارے سروں پر نبوت و رسالت کا تاج رکھا گیا ہے، نعمتِ نبوت سے سرفراز کیا گیا اور تمہارے اعزازِ رسالت سے بہرہ یاب کیا گیا ہے، آنے والا محمد ﷺ بعد میں آ رہا ہے۔ اگر کسی کو وہ زمانہ مل جائے تو ہر ایک کا فرض ہے کہ اس پر ایمان لائیں۔ ارشاد فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ط قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي ط قَالُوا أَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوا وَآنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ (۱)

”اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں، پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ۝

آیت مبارکہ کے الفاظ - لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ - کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوتوں کو حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان کے ساتھ مشروط کر دیا اور ان کی رسالتوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان اور حضور ﷺ کی رسالت کی خدمت کے ساتھ مشروط کر دیا کہ تم سب اس نبی پر ایمان لاؤ گے اور ان کی نصرت و مدد کرو گے۔ یہاں تک مضمونِ میثاق کا بیان تھا۔ اب وہ بحث آگے آ رہی ہے جس کی خاطر تقابلی مقصود ہے۔ یعنی تُمْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ (پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی)۔ اس سے ایک ختمِ نبوت کی بات بھی صراحتاً ثابت ہو گئی اور یہ بھی کہ نبی وہی حق تھے جو آقا ﷺ سے پہلے آچکے۔ چونکہ آقا ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تُمْ جَاءَكُمْ فرمایا۔ جب آقا ﷺ کی بعثت ہو گئی اور آپ ﷺ نے تمام انبیاء و رسل

(۱) آل عمران، ۳: ۸۱

علیہم السلام جو پہلے آچکے تھے سب کی تصدیق فرمادی تو اس کے بعد کوئی گنجائش کسی کے لئے نہیں ہے۔ پھر جو بھی آئے گا وہ جھوٹا مدعی ہوگا۔ تمہارے بعد وہ آئے گا اور تمہاری نبوتوں اور رسالتوں کی تصدیق فرمادے گا۔ اب تم اس بات کا عہد اور وعدہ کرو کہ اس پر ایمان بھی لاؤ گے اور اس کی مدد بھی کرو گے۔

میثاقِ نبوتِ محمدی ﷺ میں اقرار کا تقابلی فرق

اب سورۃ آل عمران کی اسی آیت نمبر ۸۱ کے اگلے الفاظ - قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ - سے اقرار کا فرق بتایا جا رہا ہے۔ اب غور کریں کہ اُسلوب کتنا بدل گیا ہے۔ پہلے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰی کے ذریعے اپنی توحید اور قطعِ شرک کا اقرار کروایا ہے۔ وہاں ایک جملے کا مضمون تھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! ہمارا رب ہے؛ اور اس پر فرشتوں کو کہا کہ تم گواہی دو، خود نہیں گواہ بنا۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ خود گواہ نہیں بنا۔ فرشتے گواہ ہو گئے، انبیاء علیہم السلام کی باری آئی تو فقط ان سے نبوت کا میثاق لیا اور فقط اتنا کہا کہ ان کی اُمت کے اولیاء و صادقین قیامت کے دن اُن کے گواہ ہوں گے۔ بس اتنا مختصر مضمون تھا میثاقِ توحید اور میثاقِ نبوت کا۔

اب انبیاء اور رسل عظام علیہم السلام سے میثاقِ رسالتِ محمدی ﷺ کا جب وقت آیا تو ان سے جو اقرار کروانا تھا کروالیا۔ فرمایا: ءَاَقْرَرْتُمْ (کیا تم نے اقرار کیا)؟ کیا یہ بات اپنی توحید کے میثاق کے وقت پوچھی تھی؟ نہیں، انہوں نے کہا تھا: بلی (جی ہاں)۔ اس پر فرشتے گواہ ہو گئے۔ لیکن کیا ان سے تکرار کے ساتھ پوچھا تھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اسی بلی کو اقرار سمجھ لیا گیا۔ انبیاء علیہم السلام سے جب میثاقِ نبوت لیا گیا تو کیا ان سے دوبارہ کوئی بات پوچھی تھی؟ نہیں! ان کے میثاق پر کہا: ان کی اُمت کے اہل صدق قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔ لیکن جب میثاقِ رسالتِ محمدی ﷺ کی بات آئی تو چونکہ اس میں آقا ﷺ کی آمد، بعثت، میلاد اور دنیا میں تشریف آوری کی بات ہو رہی تھی تو فرمایا: ”ءَاَقْرَرْتُمْ: کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ میرے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت پر

ایمان بھی لاؤ گے اور ان کی رسالت کے مشن کی مدد بھی کرو گے؟“ مزید پوچھا: وَأَخَذْتُمْ عَلَيَّ ذَلِكُمْ إِصْرِي (اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا) کہ اس پر قائم رہو گے؟) اب بتائیے کیا کسی کے پھر جانے کا ڈر تھا؟ یہ عہد تو انبیاء علیہم السلام سے لیا جا رہا ہے کوئی عام نسل بنی آدم سے نہیں۔ پھر اس نے اپنی توحید کا اقرار لے کر اور انبیاء سے ان کی نبوتوں کا میثاق لے کر تکرار کے طور پر ان سے کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ مگر جب میثاق رسالت محمدی ﷺ کی باری آئی ہے تو پوچھا: کیا، اقرار کرتے ہو؟ پہلا اقرار تو اس میثاق کے اندر آ ہی گیا تھا۔ دوسری بار پوچھا۔ کیا اس بات کا اعلان اور اقرار کرتے ہو؟ جواب دیا: جی ہاں! اقرار کرتے ہیں۔ پھر تیسری بار یہی پوچھا: کیا اس بات کا کہ میرے محبوب پر ایمان لاؤ گے اور ان کے پیغمبرانہ مشن کی مدد کرو گے اور ان کی نبوت و رسالت کی اتباع کرو گے اور اپنی امتوں میں ان کی آمد کے ڈنکے بجاؤ گے، کیا اس کا میرے ساتھ پختہ وعدہ کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: باری تعالیٰ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں، اعلان کرتے ہیں، تیری ذات کے ساتھ پختہ وعدہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: تم خود گواہ ہو جاؤ۔ آپ غور فرمائیں کتنے غیر معمولی اقدام کیے جا رہے ہیں۔ کتنی شرائط عائد کی جا رہی ہیں اور اس کو کتنا پختہ بنایا جا رہا ہے۔

پھر فرمایا: فَاشْهَدُوا اگر میرے ساتھ اقرار کرتے ہو اور اس بات کا اعلان کر کے پختہ وعدہ کرتے ہو تو پھر گواہ ہو جاؤ۔ سب نے کہا: باری تعالیٰ! ہم تیرے حضور اپنے قول اور اپنے اقرار پر خود گواہ ہو گئے۔ اور پھر اس نے کہا: وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ، اب تمہاری گواہی پر میں خود گواہ بنتا ہوں۔ جب میثاق توحید اور انبیاء علیہم السلام سے میثاق نبوت کا وقت تھا تو رب ذوالجلال خود گواہ نہیں بنے مگر جب رسالت محمدی ﷺ کے عہد و میثاق کا وقت آیا تو رب کائنات نے سب نبیوں کو بھی گواہ بنایا اور پھر ان پر خود اپنی ذات کو اس میثاقِ نبوتِ مصطفیٰ ﷺ پر گواہ بنایا۔ اور پھر اگلی آیت میں پوری نسلِ آدم کے لیے تشبیہاً فرمایا:

فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ (۱)

”پھر جس نے اس (اقرار) کے بعد روگردانی کی پس وہی لوگ نافرمان ہوں گے“

نبوتِ محمدی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا واسطہ

اب اس سے جو چیز میری سمجھ میں آئی ہے اور جو معنی و مفہوم اور مراد میں نے اخذ کیا ہے اور وہ بغیر کسی شک و شبہ کے عین سیاق و سباق قرآنی کے عین مطابق ہے۔ وہ یہ کہ اس آخری حصے کا اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ سن لو! تم نے جو مجھ سے رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان لانے اور رسالتِ محمدی ﷺ کی متابعت کا وعدہ کیا ہے، یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رسالتِ محمدی ﷺ کے ایمان کے تصدق سے میں تمہیں نبی بنا رہا ہوں۔ رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان کے وسیلے سے تمہیں رسول بنا رہا ہوں۔ اگر تم میرے محبوب کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کا وعدہ نہ کرو تو تم میں سے جو جو وعدہ نہیں کرے گا میں اُس کے سر پر نبوت کا تاج نہیں رکھوں گا۔ گویا سب انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں نبوتِ مصطفیٰ ﷺ کی وساطت سے ہیں۔ سب رسولوں کی رسالتیں رسالتِ محمدی ﷺ کے واسطے اور وسیلے سے ہیں۔ جو نظامِ رسالت بپا ہوا کائنات میں وہ بھی نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ کا واسطہ ہے۔ تو اگر واسطہ اور وسیلہ نبوتِ محمدی ﷺ کا نہ ہو تو نظامِ نبوت ہی بپا نہ ہوتا، نظامِ رسالت ہی بپا نہ ہوتا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بات پر تاکید کے طور پر یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ ؑ اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے یہ روایت مذکور ہے۔ فرمایا:

مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا أَخَذَ عَلَيْهِ الْمِيثَاقَ، لَمَنْ بَعَثَ اللَّهُ مُحَمَّدًا وَهُوَ حَيٌّ لِيُؤْمِنَ بِهِ وَلِيَنْصِرَنَّهُ، وَأَمْرُهُ أَنْ يَأْخُذَ الْمِيثَاقَ

(۱) آل عمران، ۳: ۸۲

علیٰ أمته، لئن بعث محمد وهم أحياء ليؤمنن به ولينصرنه. (۱)

”اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے جس بھی نبی کو دنیا میں مبعوث کیا، تو اُس کی بعثت سے پہلے اُس سے یہ عہد لیا کہ اگر تیری زندگی میں میرے محبوب محمد ﷺ آگئے تو تم ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کے دین کی اتباع کرو گے۔ نیز ہر نبی کو یہ حکم دیا گیا کہ جب دنیا میں جائیں تو اپنی امت سے بھی یہ عہد لیں کہ اگر ان کی زندگی میں نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہو جائے تو ان پر ایمان لے آئیں اور ان کے دین کی پیروی کریں۔“

علامہ ابن تیمیہ بھی ”دقائق التفسیر (۱: ۳۳۴)“ میں روایت کرتے ہیں کہ ہر نبی اپنے اپنے زمانے میں اپنی امت سے یہ عہد لیتا رہا کہ اگر تم لوگ زندہ ہوئے اور تمہارے زمانے میں نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ آگئے تو پھر میرے کلمے کے پیچھے نہ پڑے رہنا، پھر مصطفیٰ (ﷺ) کا امتی ہو جانا۔ اُن پر ایمان لے آنا کہ اُس میں ہماری نبوتوں کے سارے دھارے نبوت و رسالتِ محمدی کے سمندر میں ضم ہو جائیں گے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ اس حدیث کے راوی ہیں، اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں روایت کیا اور امام دارمی نے اپنی سنن میں روایت کیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ وَقَدْ ضَلُّوا
وَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تَصَدَّقُوا بِبَاطِلٍ وَإِمَّا أَنْ تُكَذَّبُوا بِحَقِّ. (۲)

”اہل کتاب سے کسی چیز سے متعلق استفسار نہ کرو کیونکہ وہ تمہیں ہرگز صحیح

(۱) ۱- ابن جوزی، زاد المسیر، ۱: ۴۱۶

۲- ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۷۸

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳۸

رہنمائی نہیں کریں گے، وہ تو گمراہ ہو چکے ہیں، اور اب تم پر ہے کہ چاہے باطل کی تصدیق کرو، چاہے حق کی تکذیب کر دو۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

فإنه والله! لو كان موسى حياً بين أظهركم ما حل له إلا أن يتبعني. (۱)

”خدا کی عزت کی قسم! اگر آج (جب میں مبعوث ہوا ہوں) تمہارے معاشرے میں موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کے پاس کوئی اور راستہ نہ ہوتا سوائے میری اتباع کرنے کے۔“

یہ حدیث صحیح ہے جس کو امام ابو یعلیٰ، امام احمد بن حنبل، امام دارمی اور دیگر سب ائمہ نے، سند صحیح اور حسن کے ساتھ روایت کیا۔ امام بزار نے بھی اس کو روایت کیا۔ پھر بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا:

لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا إِلَّا اتَّبَاعِي. (۲)

”اگر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام حیات ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع کے سوا کوئی راستہ نہ ہوتا۔“

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ عالم ارواح میں انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے انہوں نے اس اقرار اور میثاق کے ذریعے آقا ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان کا اقرار کر لیا تھا اور اس کا گواہ خود رب کائنات ہو گیا تھا۔ لہذا تاجدار کائنات ﷺ، امام الانبیاء ہوئے۔ آپ ﷺ اپنی امت کے بھی نبی ہیں اور کائنات انسانی کی سب امتوں

(۱) ۱- ابو یعلیٰ، المسند، ۴: ۱۰۲، رقم: ۲۱۳۵

۲- ابن الجوزی، الوفا بأحوال المصطفى ﷺ، ۳۶۱

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۷۸

کے بھی نبی ہیں اور سب انبیاء اور رسولوں کے بھی نبی ہیں۔ آقا ﷺ کی رسالت کا سائبان کل کائناتِ رسالت کے اوپر سایہ فگن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ (۱)

”پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے“

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ سب انبیاء علیہم السلام کے گواہ و امام اور سب انبیاء علیہم السلام کے نبی ہیں، سب امتوں کے نبی ہیں، اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس منظر کو عملاً بھی دو مرتبہ بپا کر دیا تاکہ وہ جو حقیقت ہے اُس کا ظہور دنیا میں بھی ہو جائے اور آخرت میں بھی ہو جائے۔ کل انبیاء کی کثرتِ مبعوث ہوئی تھی بیت المقدس اور بلادِ شام، اُردن، فلسطین اور ملحقہ علاقوں میں۔ اکثریت انبیاء کی وہاں مبعوث ہوئی تھی اور انبیاء علیہم السلام کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ وہ دو گروہ کس طرح؟ ان کے سفر کے اعتبار سے، ہجرتوں کے اعتبار سے، ابراہیم علیہ السلام نے جب سر زمین مکہ میں کعبہ تعمیر کر لیا تو چونکہ ہر نبی کو یہ بات معلوم تھی کہ نبی آخر الزماں ﷺ تشریف لارہے ہیں۔ اور ہر نبی اس بات کا عہد و پیمانہ کر چکا تھا۔ ہر نبی ان پر ایمان لانے کا اقرار کر چکا تھا۔ ہر نبی کے سامنے عظمتِ رسالتِ محمدی ﷺ اُجاگر تھی اور بہت سے انبیاء علیہم السلام ایسے گزرے جو آقا ﷺ کی اُمت میں ہونے اور آپ ﷺ کے دیدار کی آرزو کرتے رہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے کہا:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ. (۲)

(۱) النساء، ۴: ۴۱

(۲) الأعراف، ۷: ۱۵۷

” (یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔“

یعنی آقا ﷺ کے تذکرے۔ آپ ﷺ کی ولادت کا تذکرہ، ولادت کے شہر مکہ کا تذکرہ، آپ ﷺ کی ہجرت کا تذکرہ، ہجرت کے شہر مدینہ کا تذکرہ، مدینہ میں آپ ﷺ کی قبر انور کے ہونے کا تذکرہ، اور مکہ میں آپ ﷺ کے جوان ہونے کا تذکرہ، پھر آپ ﷺ کے اوصاف، آپ ﷺ کے کمالات، آپ ﷺ کے معجزات، آپ ﷺ کی سُننیں، آپ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے خصائل حمیدہ، آپ ﷺ کے اوصاف، آپ ﷺ کے اخلاق، آپ ﷺ کے طور طریقے ساری نعمتیں، ساری صفیتیں، سارے وصف، سارے تذکرے، تورات، انجیل سمیت ہر نبی کی کتاب میں موجود تھے۔ اور تمام انبیاء آقا ﷺ کے تذکرے پڑھ پڑھ کے اپنی اُمتوں کو بتاتے تھے۔ یہودیوں تک کو یاد تھے، وہ اپنے بچوں کو آقا ﷺ کی شان کے تذکرے یاد کراتے تھے۔ اور ان کا یہ خیال تھا کہ شاید حضور ﷺ بھی بنی اسرائیل سے آئیں گے چونکہ حضرت عیسیٰ ﷺ تک سب انبیاء بنی اسرائیل سے آرہے تھے۔

مکہ مکرمہ میں انبیاء علیہم السلام کا قیام

انبیاء علیہم السلام کا ایک گروہ تو ایسا تھا جو یہ جان کر کہ تاجدارِ کائنات نبی آخر الزمان مکہ میں مبعوث ہوں گے سیکڑوں ہزاروں میل کا سفر کرتے کرتے دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کے شوق میں مکہ مکرمہ آ گیا تھا۔ انہوں نے عمریں مکہ میں گزار دی تھیں کہ کبھی رب کے محبوب اور اس کے طلوع کا وقت آئے گا ہمیں دیدار کا موقع نصیب ہوگا اور ہم ان کا زمانہ پائیں گے۔^(۱) باس ہمہ تاجدارِ کائنات کے انتظار میں سیکڑوں انبیاء نے وادی

(۱) اُزرقی، اخبارِ مکہ، ۱: ۶۷، ۶۸

مکہ میں عمریں گزار دیں۔ اور ان کے مزارات صحن کعبہ میں اور بعضوں کے حطیم کعبہ میں ہیں۔ تین سو یا سات سو انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں کہ ان کی تو وفات بھی مکہ میں ہوئی اور ان کے مزارات کعبہ شریف کے مطاف میں صحن کعبہ کے اندر ہیں۔^(۱) اور کل مخلوق اور اُمّت جب کعبے کا حج کرنے جاتی ہے۔ انہیں ان انبیاء کے مزارات کی زیارت ہوتی ہے۔ وہ اس خیال سے یہاں قیام پذیر ہو گئے تھے کہ ہماری عمر میں ہماری زندگیوں میں اگر تاجدار کائنات ﷺ آگئے تو حضور کی غلامی کا شرف ہو جائے گا۔ اور اگر ہماری زندگی میں مبعوث نہ ہوئے تو دفن ہونے کا اعزاز تو نصیب ہو جائے گا۔ جب زائرین اس کعبے کا طواف کریں گے تو ہم ان کے قدموں کے نیچے ہوں گے۔ یوں ان کے تلوں کے بوسے ہوتے رہیں گے۔ ستر کے قریب یا اُس سے زائد انبیاء تو مٹی میں مدفون ہیں۔^(۲) ”مسجد الخیف“ میں سات سو انبیاء ہیں جہاں تین دن حاجی قیام کرتے ہیں ان کو خبر تھی کہ یہ حج کے راستے اور اس محبوب مکرم کے ٹھکانے ہونگے۔ عرفات، مزدلفہ، منی وغیرہ جو آقا کے راستے تھے ان پر یہ ٹھکانے کرتے گئے۔ انبیاء علیہم السلام کا ایک گروہ تو ادھر ہی آ کے آباد ہو گیا۔ اور کثیر تعداد میں انبیاء علیہم السلام ادھر ہی مبعوث ہوئے اور وہیں ان کے مزارات بنے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے چاہا کہ محبوب مکرم کو چونکہ تمام انبیاء کا امام بنایا ہے لہذا اس کا ظہور بھی عملاً دنیا میں ہونا چاہیے اور آخرت میں بھی ہونا چاہیے، اس لیے آقا ﷺ کو مسجد حرام سے معراج کی رات مسجد اقصیٰ لے جایا گیا جہاں تمام انبیاء علیہم السلام کو صف در صف حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں کھڑا کیا گیا اور آقا ﷺ نے جمیع انبیاء و رسل علیہم السلام کی امامت کرائی تو شب معراج جب سب انبیاء علیہم السلام حاضر ہو گئے تو ان کی خواہش دیدار، اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔ ہر نبی جو حضور ﷺ کے ڈنکے بجاتا، حضور ﷺ کی

(۱) فاکہی، اخبار مکہ، ۴: ۱۹۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۴۱۳، رقم: ۱۳۵۲۵

۲۔ دیلمی، الفردوس ماثور الخطاب، ۲: ۲۸، رقم: ۲۱۷۷

۳۔ فاکہی، اخبار مکہ، ۷: ۱۰۲، رقم: ۲۵۲۵

آمد کے تذکرے کرتا، حضور ﷺ کے اوصاف کے گن گاتا تھا اور اپنی اُمت کو حضور تاجدارِ کائنات کی غلامی کی دعوتیں دیتا تھا، وہ منتظر تھا کہ جس کے تذکرے کرتے کرتے عمر بیت گئی کبھی ان کا دیدار بھی ہوگا۔

مرحلہ معراج میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا پُر شکوہ منظر

اللذرب العزت نے فرمایا: اے ارواحِ انبیاء! تم نے عمر بھر میرے مصطفیٰ ﷺ سے وفاداری کی ہے۔ آج میں تمہاری دیرینہ خواہش کو پوری کرنے کے لیے محبوب کو ادھر لا رہا ہوں۔ مسجدِ اقصیٰ میں صف در صف کل انبیاء علیہم السلام جمع ہو گئے۔ جبریل امین ﷺ نے عرض کیا: آقا! یہ کل انبیاء ہیں جو کائناتِ انسانی میں آپ کی آمد کا ڈنکا بجاتے رہے ہیں، آج ان کو امامت کرا کے اپنا مقتدی بنا لیں۔ ان کی آرزو تھی کہ حضور کے امتی ہو جائیں۔ تو آقا ﷺ نے انہیں اپنی اقتداء میں لے لیا۔ جب شبِ معراج سب انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ کی اقتداء میں دے دیا گیا تو ملائکہ بولے: باری تعالیٰ تمام انبیاء علیہم السلام کو تو نے محبوب کی اقتداء اور دیدار عطا کر دیا۔ ہمارا کیا بنے گا؟ کبھی ہمیں بھی دیدار نصیب ہو جائے۔ تو فرمایا: اب معراج کا دوسرا سفر آسمانی کائنات میں اور عرشِ معلیٰ پر جا کے سدرة المنتہی تک ہوگا۔ اے کل آسمانی کائنات کے فرشتو! سدرة المنتہی پر جمع ہو جاؤ^(۱) جیسے کل انبیاء علیہم السلام مسجدِ اقصیٰ میں جمع ہو کر میرے محبوب کے دیدار سے بہرہ یاب ہو گئے تھے۔ میرے محبوب نے یہاں سے گزرنا ہے۔ میں تھوڑی دیر روک کر ان کو براق سے اُتاروں گا کہ آگے براق نہیں جاسکتا۔ تو یہاں سواری کی بدلی ہونی ہے، جس میں وقت لگے گا، تم سدرة المنتہی پر بیٹھ جاؤ جتنی دیر میرے مصطفیٰ ﷺ یہاں قیام کریں تم جی بھر کے دیدار کر لینا۔ سورۃ النجم میں ارشاد ہوا:

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى ۝ (۲)

(۱) سیوطی، الدر المنثور، ۷: ۶۵۱

(۲) النجم، ۵۳: ۱۶

”اور جب سدرۃ المنتہیٰ کے درخت کو ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا“

کُل کائنات کے ملائکہ اُس رات سدرۃ المنتہیٰ پہ جمع ہو گئے تھے تو ملائکہ کو سدرۃ المنتہیٰ پر دیدار کرا دیا۔ پھر ان کی ایک اور آرزو بھی تھی کہ حضور ﷺ عمر بھر تو زمیں پہ رہیں گے، ہمارا کیا قصور ہے ہم آسمان پر ہیں۔ تو عمر بھر حضور ﷺ کی اُمت دیدار بھی کرتی رہے گی اور مدینہ پاک بھی جاتی رہے گی، اور صلوة و سلام بھی بھیجتی رہے گی۔ ہم کیوں محروم رہیں؟ کعبہ تو تو نے ہمیں بھی دیا؛ ایک کعبہ زمین پر ہے۔ کعبۃ اللہ، اور عین اس کے اوپر آسمان پر بیت المعمور ہے جہاں ملائکہ طواف کرتے ہیں۔ بیت المعمور سے کہتے ہی اس لیے ہیں کہ ملائکہ سے معمور سے رہتا ہے۔ جیسے کعبۃ اللہ انسانوں سے بھرا رہتا ہے، بیت المعمور ملائکہ سے بھرا رہتا ہے۔ وہاں تو نے کعبہ تو دے دیا مگر آقا ﷺ کا در اقدس کعبے کا کعبہ تو زمین پہ رکھا ہے۔ تو اُن کے لیے بھی اللہ پاک نے حاضری کی سبیل پیدا کر دی کہ ستر ہزار فرشتے اب ہر روز صبح اور ستر ہزار فرشتے شام کو آقا ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی قبر انور کو اپنے پر لگاتے ہیں، مس کرتے ہیں، (۱) جیسے انسان جالی کو ہاتھ لگاتا ہے (۲) ہم تو ادب سے ہاتھ نہیں لگاتے مگر ملائکہ تو نور ہیں وہ اپنے پر مس کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی قبر انور پر درود و سلام پیش کرتے ہیں۔ ستر ہزار ملائکہ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے صبح آتے ہیں اور ستر ہزار ملائکہ شام کو آتے ہیں۔ (۳) ہر روز دستہ تبدیل ہوتا ہے۔ ایک لاکھ چالیس ہزار ملائکہ کا۔ اور ستر ہزار کا ایک گروہ جو ایک بار آتا ہے قیامت تک اسے دوبارہ باری نہیں ملتی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس دن قیامت پنا ہوگی تو یومِ قیامت آقا ﷺ جب قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے تو اس دن بھی ستر ہزار ملائکہ کے جھرمٹ میں حضور باہر نکلیں گے۔ (۴) حضرت

(۱) دارمی، السنن، ۱: ۵۷، رقم: ۹۴

(۲) بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۴۹۲، رقم: ۴۱۷۰

(۳) عبد اللہ بن مبارک، الزهد: ۵۵۸، رقم: ۱۶۰۰

(۴) بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۴۹۲، رقم: ۴۱۷۰

کعب ﷺ روایت فرماتے ہیں:

إِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْأَرْضُ خَرَجَ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ، يَزْفُونَهُ. (۱)

” (روزِ محشر) جب حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے زمین (قبر انور) شق ہوگی تو

آپ ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں باہر تشریف لائیں گے۔“

70 ہزار ملائکہ جن کے جھرمٹ میں حضور نبی اکرم ﷺ نکلیں گے وہ وہی خوش

نصیب ہوں گے جن کی اس دن ڈیوٹی ہوگی۔

روزِ قیامت شانِ مصطفیٰ ﷺ کا عملی مظاہرہ

ایک شرف اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں عطا کر دیا، اور ایک شرف

انہیں قیامت کے دن عطا فرما دے گا۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

أَنَا سَيِّدٌ وَوَلَدَ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ،

وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ، بِيَدِي لَوْاءِ الْحَمْدِ تَحْتِي آدَمُ فَمَنْ ذُوْنَهُ. (۲)

(۱) ۱- دارمی، السنن، المقدمة، باب ما أكرم الله تعالى نبيه بعد موته،

۱: ۵۷، رقم: ۹۴

۲- ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفى ﷺ: ۸۳۳

۳- سیوطی، الخصائص الكبرى، ۲: ۲۱۷

۴- صالحی، سبل الهدى والرشاد، ۱۲: ۴۵۲

(۲) ۱- ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۳۹۸، رقم: ۶۴۷۸

۲- أبو یعلیٰ، المسند، ۱۳: ۴۸۰، رقم: ۷۴۹۳

۳- ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۳۶۹، رقم: ۷۹۳

۴- مقدسی، الأحادیث المختارة، ۹: ۴۵۵، رقم: ۴۲۸

۵- ہیشمی، موارد الظمان، ۱: ۵۲۳، رقم: ۲۱۲۷

”میں ساری اولادِ آدم ﷺ کا سردار ہوں اور یہ بات فخریہ نہیں کہتا، اور سب سے پہلے میری زمین شق ہوگی، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، میرے ہاتھ میں (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام ہوں گے۔“

صحیح بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث (۱) ہے کہ آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے۔ قیامت کے دن ہر اُمت ایک دوسرے کو کہے گی کہ مل کے سارے حضرت آدم ﷺ کے پاس جائیں۔ وہ کہیں گے: اِذْهَبُوا اِلٰی غَيْرِي (آج میرے سوا کسی کے پاس جاؤ)۔ (۲) تو لوگ حضرت نوح ﷺ کے پاس آئیں گے وہ بھی کہیں گے: نہیں، اِذْهَبُوا اِلٰی غَيْرِي (آج کسی اور کے پاس جاؤ)۔ چلتے چلتے وہ حضرت ابراہیم ﷺ، حضرت موسیٰ ﷺ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ ﷺ کے پاس آ جائیں گے، آقا ﷺ کی بعثت سے پہلے آخری وہی تھے۔ اب یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ حضرت آدم ﷺ ہی سیدھا کہہ دیتے کہ ان کے پاس جاؤ۔ مگر حضرت عیسیٰ ﷺ کے پاس کُل سابقہ امتیں آئیں گی تو اس وقت وہ فرمائیں گے: اِذْهَبُوا اِلٰی مُحَمَّدٍ (آقا ﷺ کے در دولت پر جاؤ)۔ آج ان کا دن ہے ان کے سوا کوئی اس وقت لب نہیں کھول سکتا۔ یہ بات حضرت آدم ﷺ نے شروع میں کیوں نہ کہہ دی؟ اگر وہ شروع میں ہی کہہ دیتے تو حضرت آدم ﷺ کے بعد وہ براہِ راست آقا ﷺ کی بارگاہ میں آجاتے۔ لیکن ایک ایک دروازے پر قیامت کے دن اللہ بھیج رہا ہے تاکہ یہ بھی پتا چل جائے کہ ہر امت اپنے نبی کے دروازے پر سائل بن کے جائے اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ ہر دروازے سے جواب ملے: ”نہیں! آگے جاؤ، آگے جاؤ۔“ گھومتے گھومتے سب کو خبر ہو جائے اور پورے محشر میں اعلان

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب التفسیر، ۴: ۱۷۶، رقم: ۴۴۳۵

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب الایمان، ۱: ۱۸۵، رقم: ۱۹۴

ہو جائے کہ قیامت کے دن سب امتوں کا بلوا و ماویٰ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ پھر جب آقا ﷺ کے پاس لوگ آئیں گے تو آقا ﷺ فرمائیں گے:

أَنَا لَهَا. (۱)

”ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔“

روزِ محشر عرش پر حضور ﷺ کا جلوسِ عظمت

اُس دن شان و شوکتِ مصطفیٰ ﷺ کا عملی مظاہرہ ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب و کتاب شروع کرنے کے لیے آقا ﷺ لب کشائی فرمائیں گے۔ یہی ثابت کرنے کے لیے کہ آقا ﷺ جن کے اوپر سب کے ایمان کا مدار ہے اس کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ جب حساب و کتاب شروع ہو جائے گا، تو اللہ پاک فرمائے گا: محبوب حساب و کتاب اب شروع ہے، اب عدالت قائم ہوگی تخت لگ جائے گا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ سرِ عرش اپنی کرسی پر جو اللہ رب العزت کے لیے خاص ہوگی، (۲) اپنی شان کے لائق جلوہ افروز ہوگا اور فرشتہ کو حکم دے گا: عرش پر میری کرسی کے دائیں جانب میرے مصطفیٰ ﷺ کی کرسی بچھا دی جائے۔ تو قیامت کے دن عرشِ الہی پر دو کرسیاں رکھی جائیں گی۔ عرش پر ایک کرسی ہوگی رب کائنات کی وہ جو صدر بزم قیامت ہوگا، صدر یوم قیامت کے ساتھ دوسری کرسی اس دن کے مہمان خصوصی تاجدارِ کائنات کی ہوگی ”عن یمین الرحمان یمین العرش“ (۳) عرش کی کرسی پر دائیں جانب تشریف فرما ہوں گے۔ یہ پھر demonstration ہوگا کہ جہاں ابتداء میں ہر نبی کو حضور کی متابعت میں دیا گیا تھا وہاں انتہا بھی ساری کائنات، ساری مخلوقات سمیت سب انبیاء علیہم السلام حضور کی متابعت میں ہو

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب التوحید، ۶: ۲۷۲۷، رقم: ۷۰۷۲

(۲) حاکم، المستدرک، ۲: ۳۹۶، رقم: ۳۳۸۵

(۳) حاکم، المستدرک، ۲: ۳۹۶، رقم: ۳۳۸۵

ں گے۔ اس لیے اب یہ جو ہر پیغمبر کو تلاش تھی اور ہر پیغمبر نے اپنی ہر امت کو بتا دیا تھا کہ آنے والے جن کی خاطر بزم کائنات بنی ہے وہ آرہے ہیں تم ان پر ایمان لانا۔ ہر نبی نے اپنی امت کے اندر آقا ﷺ کی تلاش کی پیاس پیدا کر دی تھی۔

آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا انتظار اور شہرِ مدینہ کا قیام

ایک عجیب واقعہ جو خالی از دلچسپی نہیں آپ کی نذر ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ وعدہ لیا اور ہر نبی نے اپنی امت کو یہ خبر دی۔ سو آقا ﷺ کی آمد، اس کی شہرت اتنی ہو چکی تھی کہ کوئی قوم ایسی نہ تھی جو حضور ﷺ کی آمد سے بے خبر ہو۔ امام ابو سعید الخدری، انیسا پوری، جو کہ حدیث کے بہت بڑے امام ہو گزرے ہیں اور اکثر ائمہ حدیث خواہ وہ امام عسقلانی ہوں، امام قسطلانی ہوں، امام عینی ہوں، قاضی عیاض ہوں، امام نووی ہوں، امام سیوطی ہوں یا امام قرطبی، وہ سب امام ابو سعید انیسا پوری کا حوالہ بطور حجت دیتے ہیں۔

وہ اپنی کتاب ”شرف المصطفیٰ ﷺ (۱: ۹۳-۱۰۵، رقم: ۱)“ میں روایت (۱) کرتے ہیں کہ آقا ﷺ کی بعثت سے ایک ہزار سال قبل یمن کی سرزمین کا

(۱) امام ابو سعید اپنی کتاب ”شرف المصطفیٰ ﷺ (۱: ۹۳-۱۰۵، رقم: ۱)“ کے اندر یہ روایت بڑی جید سند کے ساتھ لائے ہیں جس کو محمد بن سہل بن ہلال البستی روایت کرتے ہیں، ان کو ابو الحسن محمد بن نافع الخزاعی مکہ میں روایت کرتے ہیں، انہوں نے یہ روایت ابو محمد اسحاق بن احمد سے لی، انہوں نے صاحب تاریخ مکہ امام ابو الولید الازرقی سے روایت لی، انہوں نے آگے سعید بن سالم سے، انہوں نے عثمان بن ساج سے اور انہوں نے محمد بن اسحاق سے روایت لی۔

یہ تمام رُواة اَسماء الرجال کی کتب اور طبقات المحدثین کی کتب میں اس حدیث کی سند کو ثقہ مانتے ہیں۔ ان کی روایت مقبول ہے۔ کثرت کے ساتھ ائمہ حدیث، ائمہ جرح و تعدیل نے ان کی تائید کی ہے۔

بادشاہ تَبَعِ الأوَّل تھا۔ تاہم اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ واقعہ (جو ہم بیان کرنے جا رہے ہیں وہ) تَبَعِ الأوَّل کا ہے۔ امام ابوسعید انیسا پوری نے تَبَعِ الأوَّل ذکر کیا ہے جب کہ بعضوں نے کہا ہے کہ تَبَعِ الأوسط تھا۔ جب کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب سے بعد میں آنے والے تَبَعِ الأصغر کا واقعہ ہے۔ دراصل تَبَعِ ایک اصطلاح ہے جو دنیا کے ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک ہے جنہوں نے پوری دنیا میں فتوحات کیں۔ جیسے روم کے بادشاہ کے لیے ”قصر“ کی اصطلاح ہوتی تھی، ایران کے بادشاہ کے لیے ”کسریٰ“ کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی طرح تَبَعِ ایک اصطلاح ہے۔ یہ ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک ہے جنہوں نے پوری دنیا میں فتوحات کیں۔ آقا ﷺ کے زمانے سے ایک ہزار سال قبل یہ روانہ ہوا۔ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ جس ملک اور جس شہر کو فتح کرتا وہاں سے دس افراد نہایت اعلیٰ، صاحبانِ حکمت، صاحبانِ علم یعنی چوٹی کے دس بڑے زعماء کو چن لیتا اور اپنے لشکر میں بطور مشیر شامل کر لیتا۔ اس کا لشکر جب عالمی فتوحات کرنے کے لیے نکلا تو ایک لاکھ تینتیس ہزار گھوڑے اُس میں شامل تھے، ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ سپاہی تھے، اور دس دس حکماء، زعماء، دانش مند، اہل علم جو وہ شہر شہر اور ملک سے جمع کرتا گیا اُس کے لشکر میں ان کی تعداد چار ہزار ہو گئی تھی۔ چونکہ پوری دنیا کی فتوحات کر رہا تھا، اس لیے چلتے چلتے وہ عرب پر حملہ کرنے کے لیے سر زمین مکہ کی سرحدوں پر پہنچا۔ وہ جس جگہ بھی جاتا تھا اُس کی طاقت اور قوت دیکھ کر اُس علاقے کے لوگ اُس کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے اور خود سرنگوں ہو جاتے۔ لیکن جب وہ مکہ پہنچا تو اہل مکہ نے اس کی تعظیم و تکریم کی نہ اُس کے رعب و دبدبے سے مرعوب ہوئے۔

اُس نے عمار یاسانی اپنے وزیر خاص کو بلایا اور اہل مکہ کی بے التفاتی کی وجہ دریافت کی۔ وزیر نے کہا: آپ زیادہ غصے میں نہ آئیں۔ یہ عرب لوگ جاہل، ان پڑھ بدو ہیں۔ یہ اپنے حال میں مست رہنے والے بتوں کے بچاری ہیں۔ ان کے شہر میں ایک گھر ہے جسے کعبہ کہتے ہیں۔ یہ اس پر بڑا فخر کرتے ہیں اور یہ اُس کعبے کے مجاور ہیں، اور

اس کا انہیں بڑا گھمنڈ ہے۔ اس وجہ سے کسی کی پروا نہیں کرتے۔ بادشاہ نے سوچا کہ اگر یہ بات ہے تو میں پھر اس گھر کو ہی (معاذ اللہ) مسمار کر دیتا ہوں۔ بس اس نے یہ ارادہ کیا ہی تھا کہ اس کے سر میں ناقابل برداشت قسم کا شدید درد شروع ہو گیا، اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں، دونوں کانوں، ناک اور منہ سے بودار پانی پیپ کی مانند بہنے لگ گیا۔ جو اتنا بدبو دار تھا کہ کوئی شخص اُس کے پاس مجلس میں بیٹھنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ سخت پریشان ہوا۔ جتنے حکماء و اطباء تھے ان کو بلایا۔ انہوں نے سرتوڑ کوشش کی لیکن کسی سے اس کا علاج نہیں ہو سکا۔ وہ کہنے لگے کہ ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ کوئی امرسامی ہے، امر ارضی نہیں۔ زمینی مرض ہوتا تو ہم میں سے کسی نہ کسی کی سمجھ میں اس کا علاج آ جاتا۔ یہ کہہ کر سب لوگ چلے گئے اور اس پر رات کا اندھیرا چھا گیا۔

اس کے چار ہزار بڑے چوٹی کے علماء بڑے متقی اور بڑے پرہیزگار عالم تھے۔ ان میں سے ایک نے عمار یاسا سے کہا: میں ایک راز کی بات بادشاہ تُبَّع سے کرنا چاہتا ہوں مگر وہ خلوت میں مجھے ملے اس وقت جب کوئی اور شخص موجود نہ ہوتا کہ راز افشا نہ ہو۔ اس نے کہا کہ دوسری بات یہ کہ: میں اس کے مرض کا علاج کر سکتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ جو کہوں وہ اس پر عمل کرے۔ وزیر نے بادشاہ سے آ کر یہ باتیں کیں۔ وہ اتنی سخت تکلیف میں تھا کہ دونوں باتیں مان گیا۔ چنانچہ رئیس العلماء رات کی تنہائی میں خلوت میں بادشاہ تُبَّع کے پاس آیا۔ اُس نے خلوت میں پوچھا: یہ بتائیے آپ نے ذہن میں کعبہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ بادشاہ نے کہا: ہاں! یہ ارادہ میں نے کیا تھا، اور صرف اس کعبہ کو تباہ کرنے کا ارادہ ہی نہیں بلکہ یہاں کے باسیوں کو قتل کرنے اور پورے شہر کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اُس نے کہا: بس یہی سبب ہے اور یہ مصیبت ٹل نہیں سکتی، جب تک تم ارادہ نہ بدل لو اور توبہ کر لو۔ بادشاہ نے اُسی لمحے توبہ کر لی اور کہا کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ اس کعبہ اور اہل مکہ کی نسبت میرے تمام مکروہ ارادے میرے دل و دماغ سے نکل گئے۔ اُس کے توبہ کرنے کی دیر تھی کہ اُس عالم کے بادشاہ سے روانہ ہونے سے قبل ہی

بادشاہ کی پیپ بھی بند ہوگئی اور درد سر بھی ٹھیک ہو گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اپنی قیام گاہ سے دین ابراہیمی کا پیروکار بن کر نکلا۔ اُس نے کعبے پر سات غلاف چڑھائے اور اپنے لشکر کو بلا کر اس گھر کی حفاظت کے احکامات جاری کیے۔ تو تبع وہ پہلا شخص ہے جس نے کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھایا۔ (۱)

اس کے بعد بادشاہ تبع لشکر لے کر آگے چل پڑا۔ سفر کرتے کرتے وہ ایک جگہ پہنچے جہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ صرف پانی کا ایک چشمہ تھا، وہاں سارا لشکر رُک گیا کہ چلو پانی پی لیں اور تھوڑی دیر آرام کریں۔ بادشاہ نے جگہ کا نام پوچھا تو گرد و نواح میں سے اکا دکا لوگوں نے بتایا کہ اس سرزمین کو یثرب کہتے ہیں۔ وہاں اُس نے قیام کیا اور اعلان کیا کہ کل یہاں سے روانہ ہوں گے۔ اس دوران میں لشکر میں موجود چار ہزار صاحبانِ علم کا اجلاس ہوا اور انہوں نے باہمی صلاح مشورہ کیا۔ وہ علماء سماوی کتب کا علم رکھنے والے اور صاحبانِ بصیرت تھے۔ وہ حضور ﷺ کی آمد، بعثت، ولادت اور ہجرت کے تذکروں کی پوری پہچان رکھتے تھے۔ جن کے پاس یہ سارا علم تھا وہ جانتے تھے کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ ہجرت کر کے اس یثرب نامی وادی میں تشریف لائیں گے اور اسے یثرب سے مدینہ بنادیں گے۔ (۲)

(۱) ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ: ۱۰۵

(۲) یہ محض کوئی داستان نہیں۔ ایک تو امام ابو سعید النبیہا پوری جیسے جلیل القدر امام حدیث نے اپنی کتاب شرف المصطفیٰ ﷺ میں قوی اور جید سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ یہ کتاب پہلے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ چند سال پہلے تاریخ میں پہلی بار چھپی ہے اور جس سال پہلی مرتبہ چھپی راقم کویت میں تھا تو میں نے یہ نسخہ خرید لیا۔ اس سے پہلے اس کے مخطوطے تھے اور ائمہ حدیث کے مخطوطوں کے ذریعے سے اس کتاب کے حوالے ملتے تھے۔

اس دلچسپ واقعے کو امام ابن اسحاق نے اپنی ”السیرۃ النبویۃ (ص):

— (۱۰۳-۱۰۷) میں روایت کیا جو سیرت طیبہ پر سب سے پہلی اور مستند ہے۔ امام ابن —

اب انہوں نے طے کر لیا کہ قسمت ہمیں یہاں لائی ہے، اگر ہم یہ سرزمین چھوڑ کر چلے گئے تو ہم سے بڑا بد قسمت کون ہوگا۔ اور ممکن ہے وہ ہمارے زمانے میں آجائیں، ممکن ہے ہماری اولادوں کے زمانے میں آجائیں۔ لہذا ان میں سے چار سو علماء نے یہ فیصلہ کیا کہ چاہے بادشاہ قتل بھی کر دے یا زندہ جلا دے، ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ صبح بادشاہ نے روانگی کا اعلان کیا تو ان علماء نے اعلان کر دیا کہ ہم نہیں جا رہے۔ بادشاہ پریشان ہو گیا کہ یہ اہل علم و دانش اور اہل حکمت میرے مشیر ہیں، یہ کیوں نہیں جا رہے۔ پھر وزیر نے ان علماء سے آ کر بات کی تو انہوں نے کہا کہ وہ جو بادشاہ نے کعبہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اسی وقت آسمانی مصیبت نے اس کی گرفت کر لی تھی اور پھر جب اس نے ارادہ ترک کر دیا تو بیخ گیا۔ وہ دراصل جو اُس کعبہ کی حرمت تھی وہ صاحب کعبہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے سے تھی۔ اس کعبہ کے شہر میں اُس نبی آخر الزمان ﷺ نے

..... سعد نے اپنی ”الطبقات الكبرى (۱: ۱۵۸، ۱۵۹)“ میں روایت کیا۔ امام ابو الولید الازرقی نے ”أخبار مكة (۱۳۲: ۱۳۳)“ میں اسے روایت کیا۔ امام سعید بن منصور نے ”السنن (۲: ۴۰۰، رقم: ۲۹۷۸)“ میں روایت کیا۔ امام بیہقی نے ”دلائل النبوة (۲: ۵۰۹)“ میں روایت کیا۔ حدیث کے جلیل القدر امام طبرانی نے ”المعجم الأوسط (۴: ۳۵، رقم: ۳۵۴۳)“ میں روایت کیا۔ امام ماوردی نے ”أعلام النبوة (ص: ۱۹۹)“ میں روایت کیا۔ امام طبری نے ”تاریخ الأمم والملوک (۲: ۹۳-۹۹)“ میں اپنے طُرُق اور اپنی اسانید کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے ”تاریخ دمشق الكبير (۱۱: ۶۸-۷۷)“ میں بہت سارے طُرُق کے ساتھ روایت کیا۔ امام سیوطی نے ”الدر المنثور (۷: ۴۱۷)“ میں روایت کیا۔ امام ابو نعیم جو حدیث کے بڑے ثقہ امام ہیں انہوں نے دلائل النبوة میں اس کو روایت کیا۔ امام واقدی نے اس کو روایت کیا۔ امام ابن قتیبہ نے اس کو روایت کیا۔

اتنے ائمہ نے اپنے اپنے طُرُق اور اسانید صحیحہ معتمدہ کے ساتھ اسے الگ الگ روایت کیا ہے۔

پیدا ہونا ہے کہ یہ اُن کی ولادت کا شہر ہے اور اس کعبہ کو انہوں نے آباد کرنا ہے۔ لہذا آپ بادشاہ کو بتادیں کہ ہم نے تمام آسمانی کتابوں میں یہ متفقہ طور پر پڑھ رکھا ہے کہ وہ رات اُس شہر مکہ میں ہوگی جب تاجدار کائنات ﷺ ہجرت کر کے اِس مقام یثرب پر آئیں گے۔^(۱) اور اُن کا مزار اقدس بھی یہاں بنے گا۔ اب ہم اس یثرب کی سرزمین کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے۔ یہ مبارک ہوگی اُن لوگوں کے لیے کہ جو اپنی زندگی میں اُن کا زمانہ پالیں گے اور اُن پر ایمان لائیں گے، اور اگر وہ نہ پاسکے تو اُن کی اولادیں اُن کو پالیں گی اور اُن پر ایمان لائیں گی۔ جب یہ بات وزیر نے بادشاہ کو بتائی تو بادشاہ نے کہا: اگر یہ بات حقیقت ہے تو اعلان کر دو کہ ایک سال تک میں خود اُن کی آمد کے انتظار میں یہیں رُکوں گا۔ اب اُس نے ایک سال وہاں قیام کیا اور چونکہ چار سوعلماء نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ تو یہاں سے نہیں جائیں گے۔ پس بادشاہ نے چار سو کے چار سوعلماء کے لئے ایک ایک گھر بنا دیا۔^(۲) اور جو باندیاں و لونڈیاں فتوحات کے نتیجے میں حاصل ہوئی تھیں اُس نے اُن میں سے چار سو کو آزاد کر کے اپنی موجودگی میں ایک ایک عالم کے ساتھ شادی کرائی اور ان کو ایک ایک گھر میں ٹھہرایا۔

اس طرح چار سو جوڑے بنے اور چار سو گھر آباد ہوئے اور اس طرح تبع کے ہاتھوں شہر مدینہ کی ابتداء ہوئی۔ یہ ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔^(۳) بعض ائمہ حدیث و تاریخ نے سات سو سال پہلے کا ذکر کیا ہے۔

جب ایک سال بعد بادشاہ یثرب سے روانہ ہونے لگا تو اُس نے رئیس العلماء کو بلایا؛ وہ رئیس العلماء جس نے اس کی ساری رہنمائی کی تھی اور جو اسے یثرب تک لایا تھا۔ اس کو بلا کر کہا: تم گواہ ہو جاؤ، ہمیں معلوم نہیں کتنا زمانہ پڑا ہے محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۵۹

(۲) ابن عساکر، تاریخ دمشق الكبير، ۱۱: ۴۵

(۳) ازرقی، اخبار مکہ، ۱: ۱۳۴

آمد اور بعثت کا، مگر تم گواہ ہو جاؤ کہ میں ان پر ایمان لے آیا اور ان کی آمد سے پہلے، میں ان کا پہلا اُمتی بنتا ہوں۔ میں ایک خط لکھ کے تمہیں دیتا ہوں، اگر تمہاری زندگی میں آقا (ﷺ) آجائیں تو ان کو میرا خط دے دینا اور اگر تمہاری زندگی میں نہ آئیں تو پھر نسل بعد نسل اپنی اولاد کو دیتے جانا، اور وصیت کرتے جانا کہ جس نسل میں جس زمانے میں آقا (ﷺ) تشریف لائیں، میرا خط انہیں دے دیا جائے۔ اُس نے خط میں لکھا:

أَمَّا بَعْدُ يَا مُحَمَّدُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ - إِنِّي آمَنْتُ بِكَ
وَبِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ، وَأَنَا عَلَى دِينِكَ وَسُنَّتِكَ،
وَأَمَنْتُ بِرَبِّكَ وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ. (۱)

”ما بعد! اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اُس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمائے گا۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے دین میں آ گیا ہوں اور آپ کی سنت پر جو آپ کا طریقہ ہوگا اس پر قائم ہوں۔ اور آپ کے رب اور ہر شے کے رب پر ایمان لے آیا ہوں۔“

اس کے بعد وہ خط میں مزید بیان کرتا ہے:

وَإِنْ لَّمْ أَدْرِكْكَ فَاشْفَعْ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا تَنْسِنِي، فَإِنِّي مِنْ
أُمَّتِكَ الْأُولِينَ، وَبَايَعْتُكَ قَبْلَ مَجِيئِكَ، وَقَبْلَ إِرْسَالِ اللَّهِ
إِيَّاكَ، وَأَنَا عَلَى مِلَّتِكَ وَمِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ أَبِيكَ خَلِيلِ اللَّهِ. (۲)

”اور اگر میں (اپنی زندگی میں) آپ کو نہ پا سکوں تو میری التجا ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیجیے گا اور مجھے فراموش مت کیجیے گا۔ کیوں کہ میں

(۱) ابوسعبد خرکوشی، شرف المصطفیٰ، ۱: ۱۰۰، ۱۰۱، رقم: ۱

(۲) ابوسعبد خرکوشی، شرف المصطفیٰ، ۱: ۱۰۱، رقم: ۱

آپ کے پہلے امتیوں میں سے ہوں اور میں نے آپ کی آمد سے بھی پہلی آپ کی بیعت کی اور آپ کے ہماری طرف مبعوث کیے جانے سے بھی قبل آپ پر ایمان لے آیا۔ اور میں آپ کی ملت پر ہوں اور آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں۔“

یہ خط لکھ کر اس نے آخر میں اپنی مہر لگا دی اور لکھا:

إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ، وَرَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ. مِنْ تَبِيعِ الْأَوَّلِ الْحَمِيرِيِّ. (۱)

”تبع الأول حمیري کی طرف سے خاتم النبیین اور رب العالمین کے پیغمبر محمد بن عبد اللہ ﷺ کی خدمت میں۔“

بادشاہ یہ خط بطور امانت اُس رئیس العلماء کو دے کر روانہ ہو گیا۔ اب اس بات کو سات سو یا ایک ہزار برس گزر گئے۔ ان کی اولادیں بڑھتی رہیں اور قبیلے بنتے رہے اور مدینہ (یثرب) آباد ہوتا چلا گیا۔ دور دراز آبادیوں میں انہی چار سو علماء کی اولادیں آباد ہو گئیں۔ ان میں یہود بھی تھے اور کچھ نصاریٰ تھے۔ اس زمانے میں لوگ دین ابراہیم پر تھے جن کو قرآن نے اہل کتاب قرار دیا ہے۔ ان میں بیشتر کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ پھر جب آقا ﷺ کا زمانہ آ گیا اور ۵۳ برس کی عمر مبارک میں آقا ﷺ نے ہجرت کا فیصلہ فرمایا۔ جب یہ خبر پہنچ مدینہ پہنچی تو جو لوگ منیٰ میں بیعت کر آئے تھے، تو انہوں نے آقا ﷺ کو خط دینے کے لئے بندہ تلاش کیا۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ حضور ﷺ کی آمد سے قبل آپ ﷺ کی خدمت میں خط پیش کر دیا جائے۔ عبد الرحمن بن عوف نے انہیں مشورہ دیا کہ اپنے میں سے ثقہ آدمی کو اپنا نمائندہ منتخب کر لو (۲) اور اس کو خط دے کر بھیج دو کہ وہ راستے میں آپ ﷺ کو خط پہنچا دے۔ انہوں نے انصار میں سے ابو لیلیٰ نامی

(۱) ابوسعید خرقوشی، شرف المصطفیٰ، ۱: ۱۰۱، رقم: ۱

(۲) ابوسعید خرقوشی، شرف المصطفیٰ، ۱: ۱۰۲، رقم: ۱

ایک معتمد اور معتبر شخص کو منتخب کیا اور تبع الاول کا خط دے کر روانہ کیا۔ (۱) مکہ معظمہ سے آقا ﷺ لکھے ہی تھے کہ وہ خط لے کر وہ پہنچ گئے اور آقا ﷺ کو دیا۔ (ایک روایت میں ہے کہ آقا ﷺ نے لے کر حضرت علیؑ کو دیا کہ علی! پڑھو کہ یہ کیا لکھا ہے۔)

اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ آقا ﷺ کے مکہ معظمہ سے روانہ ہونے سے قبل خط پہنچ چکا تھا، اور بعض ائمہ نے جو اپنے طرق سے روایات لی ہیں ان میں لکھا ہے کہ آقا ﷺ نے صدیق اکبر کو خط دیا ہے۔ فرمایا: پڑھو، ابوبکر کیا لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سفر ہجرت پر روانہ ہو چکے تھے۔ تاہم اسی ایک دن واقعہ ہے کہ ابولیبی وہ خط لے کر روانہ ہوا تو آقا ﷺ راستے میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ اس کی نظر آقا ﷺ پر پڑی، اسے معلوم نہیں تھا کہ حضور ﷺ کون ہیں۔ ابوبکرؓ کون ہے۔ وہ تو اس خیال سے آ رہا تھا کہ مکہ پہنچ کر دریافت کروں گا اور پھر آپ کو خط دوں گا۔ مگر جب آقا ﷺ کے چہرے پر نگاہ پڑی تو وہ تکتا ہی رہ گیا۔ اتنے میں آقا ﷺ فرماتے ہیں:

أَنْتَ أَبُو لَيْبَى؟

”اے شخص! تمہارا نام ابولیبی ہے؟“

اُس نے عرض کیا: جی میرا نام ابولیبی ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

وَمَعَكُمْ كِتَابُ تَبِعِ الْاَوَّلِ.

”اور تبع الاول کا خط تمہارے پاس ہے؟“

وہ شخص متفکر اور متحیر ہو گیا کہ آپ ﷺ کے چہرے سے تو جادوگر ہونے کے آثار نظر نہیں آتے۔ پھر آپ ﷺ کو کیسے پتا چل گیا کہ میں ابولیبی ہوں اور میرے پاس تبع کا خط ہے؟ کیوں کہ ان کے ذہن میں تو یہ نہیں تھا کہ سوائے جادوگر کے اور کوئی بھی نبی بات جان سکتا ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

(۱) ابن عساکر، تاریخ دمشق الكبير، ۱۱: ۷۶

أنا محمد رسول الله، هات الكتاب. (۱)

”میں محمد رسول اللہ ہوں اور وہ خط (جو تُبَعُّعُ نے میرے لئے لکھا تھا) مجھے دے دو۔“

بہر حال روایات میں اختلاف ہے کہ وہ خط سفر ہجرت پر روانہ ہونے سے قبل ملا یا سفر ہجرت کے دوران میں۔ تاہم خط آقا ﷺ نے رکھ لیا اور پھر سفر ہجرت مکمل کر کے یثرب پہنچے۔ سب نے استقبال کیا اور ہر شخص خواہش مند تھا کہ حضور ﷺ میرے گھر رکیں اور میرے گھر مہمان ہوں۔ آقا ﷺ نے ان کو فرما دیا کہ نہیں! نہ تم فیصلہ کرو گے نہ میں فیصلہ کروں گا، یہ اونٹنی مامور ہے۔ (۲) اب کل انصار مدینہ جلوس کی شکل میں دف بجاتے اور آقا ﷺ کے استقبال کے نغمے گاتے اور حبشہ سے آئے ہوئے حبشی رقص کرتے، حضور ﷺ کا استقبال کر رہے ہیں اور چھوٹی چچیاں دف بجا کے طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا کے نغمے گا رہی ہیں۔ (۳) اک سماں تھا اور سارا شہر اہل مدینہ کے پیچھے پیچھے تھا، آقا ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور دنیا کی نگاہیں اونٹنی پر جمی ہوئی تھیں کہ کس کے گھر جا کر بیٹھتی ہے۔ آقا ﷺ کو لے کر چلتے چلتے جب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر آیا تو اونٹنی اس کے آگے بیٹھ گئی۔ آقا ﷺ نے اُس کا شجرہ نسب پوچھا تو واضح ہوا کہ ابو ایوب انصاری اس رئیس العلماء کی اولاد میں سے تھے جو تُبَعُّعُ اَوَّل کے ساتھ ایمان لایا تھا اور جس نے دعوت دی تھی۔ (۴) امام ابوسعید النیشاپوری کہتے ہیں کہ تُبَعُّعُ الْاَوَّل نے جو چار سو

(۱) ابوسعید خدرکوشی، شرف المصطفیٰ، ۱: ۱۰۲، رقم: ۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۳۵، رقم: ۳۵۴۴

۲۔ بیہقی، دلائل النبوة، ۲: ۵۰۹

(۳) ۱۔ ابن ابی حاتم رازی، الثقات، ۱: ۱۳۱

۲۔ بیہقی، دلائل النبوة، ۲: ۵۰۷

(۴) ابوسعید نیشاپوری، شرف المصطفیٰ، ۱: ۱۰۴، رقم: ۱

گھر بنا کر دیے تھے ان کے بارے میں رئیس العلماء کو بتا دیا تھا۔ لیکن ایک گھر اُس نے نبی آخر الزماں ﷺ کے لیے تعمیر کروایا تھا۔ تو حقیقت میں جس گھر کے سامنے اونٹنی رکی وہ گھر ابو ایوب انصاریؓ کا بھی نہیں تھا، صرف ان کے کنٹرول اور تحویل میں تھا۔ اونٹنی وہیں بیٹھی جو ہزار سال پہلے تبع کے حکم سے دارِ مصطفیٰ ﷺ کے طور پر تعمیر ہوا تھا۔ (۱)

یہ علم تو حضور ﷺ کی اونٹنی کا ہے کہ ہر ایک نے کہا: میرے گھر ٹھہریں۔ آقا ﷺ کی اونٹنی نے کہا: ارے تم کون ہو کہ مصطفیٰ ﷺ تمہارے گھر ٹھہریں، مصطفیٰ ﷺ کسی کے مہمان نہیں بلکہ مصطفیٰ ﷺ خود میزبان کائنات ہیں۔ یہ اپنے گھر ٹھہریں گے جو ہزار سال پہلے ان کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔ (۲)

(۱) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۷۷

(۲) آج کی اس مبارک رات میں تحدیثِ نعمت کے طور پر ایک بات آپ کو بتا رہا ہوں۔

آج سے ساٹھ ستر سال پہلے جب سعودی حکومت آئی تو انہوں نے حضرت ابو ایوب انصاری ص کے گھر کو ”مدرسة العلوم الشرعیة“ بنادیا۔ یہ گھر گنبدِ خضریٰ کے بالکل

سامنے تھا۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ کس جگہ وہ گھر اللہ نے بنوایا۔ عین اس مقام پر کہ

جس کے بالکل سامنے صرف ایک چھوٹی سی گلی ہے، گلی کی اس دیوار میں ابو ایوب

انصاریؓ کے گھر کا دروازہ ہے۔ اس دیوار میں بابِ جبریل ہے اور بابِ جبریل

کے ساتھ دائیں جانب آقا ص کا مزارِ اقدس ہے۔ گھر بھی عین اس مقام پہ تعمیر کروایا

گیا جہاں آقا ص نے قیام بھی کرنا تھا اور جہاں مزارِ اقدس اور گنبدِ خضریٰ بھی بننا تھا۔

بابِ جبریل کے بالکل سامنے اُس زمانے میں یہ سیدنا ابو ایوب انصاری کا گھر دارابی

ایوب کہلاتا تھا۔ اب وہ جو زمانہ آپ نے دیکھا وہ مسجدِ نبویؐ کے اندر آ گیا مسجدِ نبویؐ

کے حصے میں آ گیا، مگر ۱۹۶۳ء میں، جب میری عمر ۱۲ سال تھی، میں وہاں گیا تھا تو

اُس وقت مسجدِ نبویؐ کی توسیع نہیں ہوئی تھی۔ وہاں میری دینی تعلیم کا آغاز دارابی

ایوب - مدرسة العلوم الشرعیة - میں ہوا تھا۔ تاہم مدرسہ اور گھر بعد میں مسمار کر دیے

گئے۔ اور مولانا ضیاء الدین مدنیؒ جن کا گھر بابِ مجیدی کے سامنے اُس سمت تھا، تو —

حیوانات میں معرفتِ محمدی ﷺ کے مظاہر

اندازہ کیجئے کہ تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام حضور ﷺ کی آمد کا ذکر کرتے اور اپنی اپنی اُمت کو حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور حضور ﷺ کا ادب اور تعظیم و تکریم کرنے کی ترغیب اور تعلیم دیتے رہے۔ انبیاء اور رسل علیہم السلام کو تو پہچان تھی اور انہوں نے آقا ﷺ کی عظمت اور نبوت اور رسالت کی پہچان اپنی کل امتوں کو کروادی تھی۔ لیکن اللہ رب العزت نے اپنی مخلوقات میں خواہ کوئی بھی جاندار تھا، انسان تھا، حیوان تھا، درخت تھے، شجر تھے، حجر تھے، پتھر تھے، کائنات کے تمام حیوانات، نباتات، شجر و حجر کو تاجدارِ کائنات ﷺ کی عظمت کی پہچان آپ ﷺ کی آمد سے بھی پہلے کروادی تھی۔

کائنات کی کوئی شے، کوئی ذرہ ایسا نہ تھا جس کو حضور ﷺ کی پہچان نہ تھی۔

۱۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی ”مسند“ میں، داری نے اپنی ”سنن“ میں اور امام طبرانی نے سند حسن اور سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ کس کس کو پہچان تھی۔ ”صحیح مسلم“ میں اور ”جامع ترمذی“ میں حدیث ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجْرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ، إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ. (۱)

..... انہوں نے مجھے بسم اللہ کرائی تھی۔

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفضائل، بَابُ فَضْلِ نَسَبِ النَّبِيِّ ﷺ وَتَسْلِيمِ الْحَجَرِ عَلَيْهِ قَبْلَ النَّبُوَّةِ، ۴: ۱۷۸۲، رقم: ۲۲۷۷

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب آیات إثبات نبوة النبي ﷺ وما قد خصه الله، ۵: ۵۹۲، رقم: ۳۶۲۴

۳۔ دارمی، السنن، ۱: ۲۴، رقم: ۲۰

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸۹، ۹۵، رقم: ۲۲۷۷

”میں مکہ کے اُس پتھر کو پہچانتا ہوں، جو اعلانِ نبوت سے قبل بھی مجھے سلام کیا کرتا تھا، یقیناً میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔“

۲۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَكَّةَ. فَخَرَجَ فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ شَجَرٌ وَلَا جَبَلٌ إِلَّا قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ. (۱)

”ہم مکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ مکہ کے گرد و نواح میں گئے تو راستے میں جو پتھر اور درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا تو وہ کہتا:

السَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ (یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو)۔“

انسان تو انسان تھے، شجر و حجر اور جمادات، نباتات و حیوانات اور کائنات کی تمام مخلوقات اور ہر شے حضور ﷺ کو پہچانتی تھی اور حضور ﷺ کی معرفت رکھتی تھی۔ بقسمت ہیں وہ لوگ جو امتی ہو کر حضور ﷺ کی عظمت کی معرفت سے محروم ہیں۔

۳۔ امام احمد بن حنبل، امام دارمی اور امام طبرانی سندِ حسن کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انصار صحابہ میں سے کسی انصاری کا اونٹ۔ جس کے ذریعے وہ کھیتی باڑی کرتے اور پانی بھر کے لاتے تھے۔ بے قابو ہو کر ان پر حملہ آور ہو گیا۔ کھیتی باڑی رک گئی اور ان کے سارے باغ اجڑ گئے۔ اونٹ نے کام کرنا چھوڑ دیا تو

..... ۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۲: ۴۰۲، رقم: ۶۳۸۲

۶۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۱۳، رقم: ۳۱۷۰۵

۷۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۲۹۱، رقم: ۲۰۱۲

۸۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۱: ۵۸، رقم: ۱۶۱

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب (۶)، ۵: ۵۹۳، رقم:

۳۶۲۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۷۷، الرقم: ۴۲۳۸

وہ پریشان ہو کر آقا ﷺ کی بارگاہ میں آئے۔ آقا ﷺ نے فرمایا: چلو! اُس اونٹ کے پاس۔ سارے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آقا ﷺ اُس انصاری کے گھر تشریف لے گئے، اُس کے احاطے میں پہنچے تو اونٹ ایک کونے میں بندھا ہوا تھا۔ آقا ﷺ اُس کی طرف چل پڑے تو انصار نے کہا: یا رسول اللہ! اس اونٹ کے قریب نہ جائیں، یہ باؤ لے کتے کی طرح کاٹتا ہے، ہمیں خوف ہے آپ ﷺ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ آقا ﷺ نے فرمایا نہیں، مجھ پر حملہ نہیں کرتا۔ اب حدیث کے لفظ ہیں:

فَلَمَّا نَظَرَ الْجَمَلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَقْبَلَ نَحْوَهُ حَتَّى خَرَّ سَاجِدًا
بَيْنَ يَدَيْهِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِنَاصِيَتِهِ أَذَلَّ مَا كَانَتْ قَطُّ حَتَّى
أَدْخَلَهُ فِي الْعَمَلِ. (۱)

”اونٹ نے جیسے ہی حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی طرف بڑھا یہاں تک (قریب آ کر) آپ ﷺ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے پیشانی سے پکڑا اور حسب سابق دوبارہ کام پر لگا دیا۔“
اب حدیث کے اگلے الفاظ کے مطابق صحابہ کرام ؓ نے جب یہ منظر دیکھا کہ اونٹ نے حضور ﷺ کو سجدہ کیا ہے تو صحابہ کرام ؓ بول اٹھے: یا رسول اللہ!
يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذِهِ بَهِيمَةٌ لَا نَعْقِلُ تَسْجُدُ لَكَ وَنَحْنُ نَعْقِلُ فَنَحْنُ
أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ؟

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۸، رقم: ۱۲۶۳۵

۲۔ دارمی، السنن، باب (۴)، ما أكرم الله به نبيه من إيمان الشجر به

والبهائم والعجن، ۱: ۲۲، رقم: ۱۷

۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۹: ۸۱، رقم: ۹۱۸۹

۴۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۳۲۰، رقم: ۱۰۵۳

۵۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۵: ۲۶۵، رقم: ۱۸۹۵

”یا رسول اللہ! یہ تو بے عقل جانور ہوتے ہوئے بھی آپ کو سجدہ کر رہا ہے اور ہم تو عقلمند ہیں۔ لہذا ہم اس سے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔“

ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَحْنُ أَحَقُّ بِالسُّجُودِ لَكَ مِنَ الْبَهَائِمِ.

”یا رسول اللہ! ہم جانوروں سے زیادہ آپ کو سجدہ کرنے کے حقدار ہیں۔“

لیکن آقا ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔ انسان، انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ اس سے منع کر دیا۔

بعض لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ نبی کا کام تو صرف فرائض اور شریعت کے احکام انسانوں تک پہنچانا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اونٹوں کے ساتھ نبی کا کیا تعلق؟ اونٹوں کو تو کوئی شریعت نہیں پہنچانی، نہ اونٹ، گائے اور بکریاں مکلف ہیں نہ ان کو حلال و حرام سکھانا ہے۔ اگر آقا ﷺ کی نبوت و رسالت کو اسی ایک محدود معنی میں لے لیا تو پھر بتایا جو ساری مخلوق جو مکلف نہیں ہے ان کا آقا ﷺ کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ انہیں جو معرفت کرائی گئی وہ کس لیے کرائی گئی؟

۴۔ اگلی حدیث جس کو امام احمد بن حنبل ﷺ نے روایت کیا اور حافظ ابن کثیر نے بیان کیا کہ یہ حدیث بھی ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی اسناد کی ہے جو صحیح احادیث کی شرائط پوری کرتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا ﷺ مہاجرین اور انصار کے گھروں میں ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ ایک اونٹ آیا اور زمین پر حضور نبی اکرم ﷺ کے قدموں کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا تو صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ! تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ. (۱)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۷۶، رقم: ۲۴۵۱۵

”یا رسول اللہ! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں جبکہ ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، شریعت میں منع کر دیا گیا ہے۔

یہاں صرف حدیثیں مختلف حوالوں سے ذکر کی جا رہی ہیں۔ ورنہ اس قسم کے کتنے ہی دیگر مواقع پر حضور ﷺ کی عظمت کی معرفت بہائم نے دیکھی، شجر و حجر نے دیکھی تو صحابہ نے سوال کیا۔ اندازہ کریں کہ انہیں حضور ﷺ کی عظمت کا کتنا ادراک تھا۔

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جسے امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ ایک انصاری شخص کے پاس دو اونٹ تھے وہ دونوں سرکش ہو گئے۔ اس نے ان دونوں کو ایک باغ کے اندر قید کر دیا اور پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرمائیں۔ (وہ جب حاضر ہوا تو) حضور نبی اکرم ﷺ انصار کے ایک گروہ میں تشریف فرما تھے۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میرے دو اونٹ ہیں جو سرکش ہو گئے ہیں۔ میں نے انہیں باغ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں میرا فرماں بردار بنا دے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اٹھو، میرے ساتھ آؤ۔ پس آپ ﷺ چلے یہاں تک کہ اس باغ کے دروازے پر تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھولو۔ اس شخص کو آپ ﷺ کے حوالے سے خدشہ تھا (کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جانور حضور نبی اکرم ﷺ پر حملہ

..... ۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۲۹۱، رقم: ۱۲۳۸۲

۳۔ مقدسی، الأحادیث المختارة، ۵: ۲۶۵، ۲۶۶، رقم: ۱۸۹۵

۴۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۳۵، رقم: ۲۹۷۷

۵۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۳۲۶

۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۳۱۰

کر دیں)۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: دروازہ کھولو۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ دونوں اونٹوں میں سے ایک دروازہ کے قریب ہی کھڑا تھا۔ جب اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو فوراً آپ ﷺ کو سجدہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز لاؤ جس کے ساتھ باندھ کر میں اسے تمہارے حوالے کر دوں۔ وہ صحابی ایک ٹیکل لے آیا تو آپ ﷺ نے اس سے اس کو باندھ دیا اور اسے صحابی کے حوالے کر دیا۔ پھر آپ ﷺ باغ کے دوسرے حصے کی طرف چلے جہاں دوسرا اونٹ تھا۔ اس نے بھی جب آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس صحابی سے کہا: مجھے کوئی چیز لا دو جس سے میں اس کا سر باندھ دوں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کا سر باندھ کر اسے صحابی کے حوالے کر دیا اور فرمایا: جاؤ اب یہ تمہاری نافرمانی نہیں کریں گے۔ جب صحابہ کرام نے یہ سارا واقعہ دیکھا تو عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ اونٹ جو کہ بے عقل ہیں آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم بھی آپ کو سجدہ نہ کریں؟

آپ ﷺ نے اس بار بھی فرمایا: میں کسی انسان کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔^(۱)

۶۔ اسی طرح بکریوں کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ امام مقدسی اور امام ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ اُس وقت حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور چند دیگر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہمراہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان بکریوں سے زیادہ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔^(۲)

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۵۶، رقم: ۱۲۰۰۳

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۴

(۲) ۱۔ مقدسی، الأحادیث المختارة، ۶: ۱۳۰، ۱۳۱، رقم: ۲۱۲۹

نباتات میں معرفتِ محمدی ﷺ کے مظاہر

یہ جانوروں کی محبت تھی۔ پھر محبت کا یہی عالم درختوں کا تھا، اور کیا محبت تھی اُس درخت کی جو کھجور کا خشک تنا تھا۔ یہ حدیث متعدد مقامات پر امام بخاری نے بطور حدیث صحیح روایت کی ہے۔ اس کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابو یعلیٰ، امام ابن حبان، امام طبرانی اور امام دارمی نے روایت کیا ہے۔ صحاح ستہ کے علاوہ لاتعداد ائمہ سے مروی ہے۔ کیا معرفت ہے! وہ تو جانور تھے جانور کو پھر بھی کہیں کہ چلو اس کو کامل شعور نہیں ہے تو جانور ہے، بہر صورت اُسے اپنے حساب سے کچھ سوجھ بوجھ تو ہے۔

۱۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ إِلَى جِدْعٍ، فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمَنْبَرَ تَحَوَّلَ إِلَيْهِ
فَحَنَّ الْجِدْعُ. فَأَنَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ. (۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ ایک درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بنا اور آپ ﷺ اس پر جلوہ افروز ہوئے تو لکڑی کا وہ ستون (آپ ﷺ کے ہجر و فراق میں) گریہ و زاری کرنے لگا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا دستِ شفقت پھیرا (تو وہ پرسکون ہو گیا)۔“

۲۔ امام ترمذی کی روایت میں ہے:

- ۲۔ أبو نعیم، دلائل النبوة، ۲: ۳۷۹، رقم: ۲۷۶
- (۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳: ۱۳۱۳، رقم: ۳۳۹۰
- ۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۴۳۵، رقم: ۶۵۰۶
- ۳۔ لالکائی، اعتقاد أهل السنة، ۴: ۷۹۷، الرقم: ۱۴۶۹

فَحَنَّ الْجِدْعُ حَنِينَ النَّاقَةِ. فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَسَّهُ فَسَكَنَ. (۱)

”پس وہ تناس طرح رونے لگا جس طرح اونٹنی اپنے بچے کی خاطر روتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔“

۳۔ سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

فَحَنَّ الْجِدْعُ فَأَتَاهُ فَأَحْتَضَنَهُ فَسَكَنَ. فَقَالَ ﷺ: لَوْ لَمْ أَحْتَضِنُهُ لَحَنَّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۲)

”پس وہ ستون (آپ ﷺ سے جدائی کی وجہ سے) رونے لگا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اسے سینہ سے لگایا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اسے سینہ سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔“

۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَتَّى سَمِعَهُ أَهْلَ الْمَسْجِدِ حَتَّى أَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَسَحَهُ

(۱) ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فی آیات إثبات نبوة النبي

ﷺ وما قد خصه الله به، ۵: ۵۹۴، الرقم: ۳۶۲۷

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء

فی بدء شأن المنبر، ۱: ۴۵۴، رقم: ۱۴۱۵

۲۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۷: ۲۶، رقم: ۱۰۸

۳۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۶: ۱۱۴، رقم: ۳۳۸۴

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۹۶، رقم: ۱۳۳۶

۵۔ مقدسی، الأحادیث المختارة، ۵: ۳۷، رقم: ۱۶۴۳

فَسَكَنَ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ لَمْ يَأْتِهِ، لَحَنَّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۱)

”(ستون کے رونے کی) آواز تمام اہل مسجد نے سنی۔ (اس کا رونا سن کر) حضور نبی اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا دستِ شفقت پھیرا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ بعض صحابہ کہنے لگے: اگر حضور نبی اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف نہ لاتے تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔“

۵۔ ایک روایت میں ہے جو مبارک بن فضالہ کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا ﷺ نے جب اسے سینے سے لگایا تو جس طرح معصوم بچہ زور سے رو رہا ہو اور ماں اس کو سینے سے لگالے تو وہ چپ ہو جاتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا رونا سنا اور سسکیوں کے ساتھ ماں کے سینے سے لگتے ہوئے بچہ جس طرح چپ کرتا ہے اسی ڈھنگ میں اس کا چپ کرنا دیکھا ہے۔ (۲)

۶۔ اور جب وہ چپ کروایا گیا تو امام دارمی نے روایت کیا ہے کہ آقا ﷺ نے اُس سے پوچھا: (یہ معرفت بتا رہا ہوں کہ کس کس کو حضور ﷺ کی عظمتِ نبوت رسالت کی معرفت تھی۔) تو کیا چاہتا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو تجھے دوبارہ اسی دنیا میں تروتازہ کر دوں اور تو پھلوں سے لد جائے۔ اور اگر تو چاہے تو تجھے جنت میں لگا دوں اور وہاں تجھ پہ پھل لگیں۔ اور حدیث کے لفظ ہیں، امام دارمی نے روایت کیا کہ جنت میں اولیاء تیرے پھل کھائیں گے۔ تو اُن دو باتوں میں سے کیا چاہتا ہے؟ اُس نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

(۱) ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في

بدء شأن المنبر، ۱: ۴۵۴، رقم: ۱۴۱۵

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۴۳۶، ۴۳۷، رقم: ۶۵۰۷

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۱۰۸، ۱۰۹، رقم: ۱۴۰۹

۳۔ ابن الجعد، المسند، ۴۶۶، رقم: ۳۲۱۹

۴۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۵: ۱۲۲، رقم: ۲۷۵۶

مجھے جنت میں لگا دیں۔ تو آقا ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو یہیں میرے منبر کے نیچے دفن کر دیا جائے۔^(۱)

احیائے موتی کا بلند ترین تصور

اب بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ عیسیٰ ﷺ نے تو مردے زندہ کیے۔ اگر سب انبیاء علیہم السلام سے آقا ﷺ کی افضلیت ہے تو آقا ﷺ نے کیا کوئی مردہ زندہ کیا؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا، جسے امام جلال الدین سیوطی نے رقم کیا اور امام دارمی نے روایت کیا۔ امام شافعی نے فرمایا کہ عیسیٰ ﷺ نے تو زندہ انسان جو مردہ ہو گئے، اُن کو زندہ کیا، تو آقا ﷺ نے تو خشک لکڑی کے تنوں کو زندگی عطا کر دی۔ اور اب میں تھوڑی اس کی تفصیل میں جاتا ہوں۔ مُردے کو زندہ کرنا اور تنے کو رُلانا اور سینے سے لگا کر چپ کرانا اور اس سے کلام کرنے میں بڑا فرق ہے؟ انسان کے کان بھی ہیں، سماعت بھی ہے، بصارت بھی ہے، قوتِ گویائی بھی ہے۔ انسان سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، عقل رکھتا ہے، سمجھتا بھی ہے، اُس کا احساس بھی ہے۔ ساری چیزیں اس کے حواسِ خمسہ میں ہیں مگر جب روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو سارے قوی اور ساری حسین اس کی معطل ہو جاتی ہیں۔ نتیجتاً جب عیسیٰ ﷺ نے مردے زندہ کئے تو ان کا مردہ زندہ کرنا فقط اتنا تھا کہ نکلی ہوئی روح کو قُمْ باذن اللہ کے ذریعے اس جسم میں دوبارہ لوٹا دیا۔ اُس انسان میں قوتِ گویائی پہلے تھی، عقل و فہم اور شعور بھی تھا، نطق بھی تھی، سماعت بھی تھی، بصارت بھی تھی، احساس بھی تھا اور اُس کے اندر تمام جذبات بھی تھے۔ فقط روح پلٹا دی تو ہر چیز پھر چلنے لگ گئی اور مردہ بولنے لگ گیا۔

مگر تاجدارِ کائنات ﷺ نے مردوں کو کبھی زندہ کیا، الگ مردے بھی زندہ کیے۔ یہ جو اُستنِ حنانہ کا مردہ بنا زندہ کیا، ارے یہ تو انسان نہ تھا۔ اس کی تو آنکھیں ہی نہ تھی۔ اس کے کان ہی نہ تھے، اس کی عقل بھی نہ تھی، نہ اس کی زبان اور منہ تھا، نہ اس کی

(۱) دارمی، السنن، ۱: ۲۹، رقم: ۳۲

قوتِ گویائی تھی نہ اس میں اولاً شعور تھا، نہ سماعت تھی، نہ بصارت تھی، نہ اس میں احساس تھا، نہ اس کے جذبات تھے۔ یہ تو بالکل ایک خشک تنا تھا جس میں کچھ بھی نہ تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فقط انسان کے مردہ جسم میں روح لوٹائی۔ باقی سب کچھ پہلے سے موجود تھا اور تاجدار کائنات نے جب اپنا جسم اس تنے سے مس کیا، جس کی آنکھ نہ تھی، مصطفیٰ ﷺ نے آنکھیں بھی عطا کر دیں۔ اُس کو کیسے پتہ چلا کہ آج حضور ﷺ مجھ پہ نہیں منبر پہ ٹیک لگا کے کھڑے ہیں۔ اُس نے دیکھ بھی لیا، اُس نے حضور ﷺ کا خطبہ بھی سن لیا اور پھر وہ رو پڑا۔ اُس میں احساس بھی آ گیا۔ اُس میں ہجر اور فراق اور جدائی کا غم بھی آ گیا، اُس میں درد و سوز بھی آ گیا، اُس میں عشق بھی آ گیا۔ سارے احساسات بھی آ گئے۔ اُس کو حیات بھی دی، زندگی بھی دی، شعور بھی دیا، سماعت بھی دی، بصارت بھی دی، نطق بھی دیا۔ سارے احساسات دے کر پھر جب اس سے اترے تو اس کو سکھایا بھی سکھائیں۔ اور پھر اُس سے پوچھا کہ کہاں دفن کر دوں؟ کلام کرنا بھی سکھایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ فقط ردِّ روح ہے، روح کا لوٹانا ہے باقی سب قوی پہلے سے موجود تھے جسم انسانی میں اور تاجدار کائنات نے روح لوٹائی نہیں، روح ڈالی ہے۔ اور سارے حواس بھی دیئے ہیں، عقل بھی دی ہے شعور بھی دیا ہے جذبات بھی دیئے ہیں۔ آقا ﷺ کا احوالے موتی کا تصور کائنات میں سب انبیاء علیہم السلام سے بلند ہے۔

معجزہ دکھانے یا نہ دکھانے کا اختیار

آقا ﷺ کے کہنے سے جس طرح ہاتھ میں پتھر کلمہ پڑھتے اور پتھروں کو زندگی اور قوتِ گویائی ملتی اُسی طرح درخت ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ امام ابن حبان رضی اللہ عنہ، امام ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ، امام طبرانی سب نے روایت کی ہے کہ آقا ﷺ کے پاس بنی عامر میں سے ایک شخص آیا۔ وہ شخص علاجِ معالجہ کرنے والا (حکیم) دکھائی دیتا تھا۔ پس اس نے کہا: اے محمد! آپ بہت سی (نئی) چیزیں (امورِ دین میں سے) بیان کرتے ہیں۔ (پھر اس نے آراہِ تمسخر کہا: کیا آپ کو اس چیز کی حاجت ہے

کہ میں آپ کا علاج کروں؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی پھر فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں کوئی معجزہ دکھاؤں؟ آپ ﷺ کے پاس کھجور اور کچھ اور درخت تھے۔ آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخوں والی ٹہنی کو اپنی طرف بلایا۔

فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ وَهُوَ يُسْجِدُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَسْجُدُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى
انْتَهَى إِلَيْهِ ﷺ، فَقَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ.

’وہ ٹہنی کھجور سے جدا ہو کر آپ ﷺ کی طرف سجدہ کرتے اور سر اٹھاتے، سجدہ کرتے اور پھر سر اٹھاتے ہوئے بڑھی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قریب پہنچ گئی، پھر آپ ﷺ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔‘

پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ واپس چلی جائے۔ یہ واقعہ دیکھ کر قبیلہ بنو عامر کے اس شخص نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی بھی کسی شے میں بھی آپ کی تکذیب نہیں کروں گا جو آپ فرماتے ہیں۔ پھر اس نے برملا اعلان کر کے کہا: اے آلِ عامر بن صعصعہ! اللہ کی قسم! میں انہیں (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کو) آئندہ کسی چیز میں نہیں جھٹلاؤں گا۔^(۱)

یہ حدیث مبارکہ ہمیں بتلاتی ہے کہ آقا ﷺ نے اس کافر کی بات سن کر غصہ نہیں کیا۔ یہ حضور ﷺ کی سیرت ہے کہ اتنی بڑی بات سن کر غصہ نہیں کیا۔ اور پھر حضور ﷺ نے خود پوچھا کہ چاہو تو معجزہ بھی دکھاؤں۔ اب آقا ﷺ کے معجزات کی حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ وہ صرف اجراء نہیں ہوتا تھا دستِ مصطفیٰ ﷺ پر، جب پوچھنا ہے چاہو تو معجزہ دکھاؤں۔ یہ معجزہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی منشاء پر منحصر تھا۔ یہ آقا ﷺ

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۴۵۴، رقم: ۶۵۲۳

۲۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۴: ۲۳۷، رقم: ۲۳۵۰

۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۲: ۱۰۰، رقم: ۱۲۵۹۵

کی یہ پہچان تھی۔ اور یہی حکم اب امت کو دیا گیا۔

ایک قابل توجہ نکتہ

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ میں لَتُؤْمِنَنَّ بِهِ وَ لَتَنْصُرُنَّهُ (تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے) کا جو حکم ایزدی انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا اور پھر یہی معرفت کا نکتہ کی ہر شے کو عطا کی گئی۔ یہی معرفت سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آقا ﷺ کی امت کو حکم دیا:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ. (۱)

’پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے۔‘

جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کو دو تین قسم کے حق پر مامور کیا گیا: ایک یہ کہ حضور ﷺ پر ایمان لانا، دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کے دین، مشن اور نبوت و رسالت کی مدد کرنا اور تیسرا حق اپنی اپنی امتوں کو اس کی ترغیب اور حکم دینا۔ اسی طرح آقا ﷺ کی امت پر جو حضور نبی اکرم ﷺ کی معرفت کے باب میں حق دیے گئے، وہ یہ کہ آقا ﷺ کی امت وہی قابل فلاح اور وہی قابل نجات ہوگی جو حضور ﷺ سے محبت اور تعظیم و تکریم اور اتباع کا حق ادا کرے گی اور نصرت کرے گی۔

اب بہت سی احادیث اور واقعات بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور کتب احادیث صحابہ کی حضور ﷺ سے محبت و تعظیم کے مذکور ہیں۔ لیکن آج کی گفتگو کے اختتامی حصے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باب میں احادیث سے کچھ ایسے شواہد دینا مقصود ہیں جن کا تذکرہ غالباً پہلے نہیں ہوا۔ آقا ﷺ کے ساتھ ان کی محبت و تعظیم کے کچھ نئے

رُخ اور چند نمونے دکھانا چاہتے ہیں۔ ایک اصول کی بات سمجھا دوں۔ بعض لوگ اگر یہ سوال کریں کہ آقا ﷺ کے ادب اور حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کے معیار اُس کے اصول اور پیمانے کیا ہیں؟ تو یاد رکھیں! ادب اور تعظیم کے لیے ہر چند کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے معیار، پیمانے اور اصول بے شمار دیے ہیں۔ قرآن مجید میں جا بجا حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کے پیمانے اور آداب اللہ تعالیٰ نے سکھائے ہیں۔ سورۃ الحجرات کا پہلا پورا باب ہی حضور ﷺ کے ادب و تعظیم و تکریم کے پیمانے اور آداب بارگاہ رسالت مآب ﷺ سکھانے کے لئے وقف ہے۔

محبت تعظیم و تکریم کے پیمانے خود وضع کرتی ہے

بچے کی بات یہ ہے کہ تعظیم و تکریم اور ادب کا اصول کوئی نہیں سکھاتا، محبت خود سکھا دیتی ہے۔ محبت خود تعظیم و تکریم کے پیمانے وضع کر دیتی ہے۔ جتنے پیمانے صحابہ کرام ؓ کے ہاں تعظیم رسول ﷺ، ادب رسول ﷺ، تکریم رسول ﷺ کے ملتے ہیں اُن کا کوئی حکم قرآن میں تھانہ آقا ﷺ کی حدیث میں تھا۔ صحابہ کرام ؓ نے جو تعظیم کی ہے، جس جس رنگ سے تعظیم کی ہے اس کا حکم کہیں نہیں دیا گیا تھا۔

۱۔ صحیح بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔ حضرت انس بن مالک انصاری ؓ - جو کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خادم خاص تھے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض الموت میں حضرت ابو بکر ؓ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ چنانچہ پیر کے روز لوگ صفیں بنائے نماز ادا کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے کھڑے ہم کو دیکھنے لگے۔ اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور قرآن کے اوراق کی طرح (تاباں و درخشاں) معلوم ہوتا تھا۔ جماعت کو دیکھ کر آپ ﷺ مسکرائے۔ آپ ﷺ کے دیدار پر انوار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز توڑ دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔

فَنَكَّصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبِيهِ لِيَصَلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ: أَنْ أَتَمُّوا صَلَاتَكُمْ. وَأَرْحَى السِّتْرَ، فَتَوَقَّيَ مِنْ يَوْمِهِ. (۱)

”اس لئے انہوں نے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ کر صف میں مل جانا چاہا، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ نماز پوری کرو۔ پھر آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا اور اسی روز آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔“

یہ بات ذہن نشین رہے کہ امت اُس وقت تک زندہ رہے گی جب تک اُس کا ایمان زندہ ہوگا، اور ایمان اُس وقت تک زندہ رہے گا جب تک تاجدارِ کائنات ﷺ کے عشق و محبت اور ادب اور تعظیم و تکریم کو امت اپنے ایمان کا مدار بنائے گی۔ محبت اور تعظیم کے بغیر کبھی ایمان، ایمان نہیں بنتا اور اس ادب اور تعظیم و تکریم کے لیے محبت ہی خود اس کے آداب سکھاتی ہے۔ تو جب آقا ﷺ نے پردہ ہٹایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کس نے کہا کہ حالتِ نماز میں چہرے پھیر کر حضور ﷺ کو تک لو؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کس نے کہا کہ

(۱) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق

بالإمامة، ۱: ۲۴۰، رقم: ۶۳۸

۲- بخاری، الصحيح، کتاب الأذان، باب هل يلتفت لأمر ينزل به،

۱: ۲۶۲، رقم: ۷۲۱

۳- بخاری، الصحيح، کتاب التهجده، باب من رجع القهقري في

صلاته، ۱: ۴۰۳، رقم: ۱۱۲۷

۴- بخاری، الصحيح، کتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاه،

۴: ۱۶۱۶، رقم: ۴۱۸۳

۵- مسلم، الصحيح، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض

له عذر من مرض وسفر وغيرهما من يصلي بالناس، ۱: ۳۱۶، رقم:

۴۱۹

مصلیٰ چھوڑ کر نماز کی حالت میں پیچھے آجائیں؟ حضور ﷺ کے ادب میں مصلیٰ چھوڑ کے پیچھے آنا کس نے سکھایا؟ کیا حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایسا کرو؟ نہیں۔ آقا ﷺ نے اُس دن بھی روک دیا، اندر چلے گئے۔ یہ محبت نے سکھایا تھا۔

۲۔ یہ سہل بن سعد ساعدی کی روایت جو بخاری اور مسلم میں متفق علیہ ہے جس میں سیدنا صدیق اکبر ﷺ نماز پڑھا رہے ہیں اور آقا ﷺ کسی قبیلے میں صلح کا معاملہ طے کرانے کے بعد تشریف لائے اور صفیں چیرتے ہوئے آگے پہنچے۔ جب آگے جا رہے ہیں تو صحابہ ﷺ سیدنا صدیق اکبر ﷺ کو حضور ﷺ کی آمد کی خبر دینے کے لیے تالیاں بجانے لگ گئے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں حالتِ نماز میں تصفیق (تالیاں بجانا) کس نے سکھایا؟ اور جب اُن کو خبر ہوئی تو مُرد کے دیکھا کہ آقا ﷺ آگے ہیں تو مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ حالتِ نماز میں یہ کس نے ادب سکھایا؟ ایک سماں بدل گیا۔ آقا ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ ابو بکر اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تیرے محبوب نے مجھے اس قابلِ جانا۔ دعا کر کے مصلیٰ چھوڑ کے واپس آگئے، رُکے نہیں۔ پھر آقا ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز مکمل کرا دی اور بعد میں استفسار فرمایا:

يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ.

”اے ابو بکر! جب میں نے حکم دیا تھا تو تم مصلیٰ پر کیوں نہیں ٹھہرے رہے؟“

حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے عرض کیا:

مَا كَانَ لِأَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ! (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأذان، باب من دَخَلَ لِيَوْمٍ النَّاسَ فِجَاءً —

” (یا رسول اللہ!) ابوحنافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ وہ حضور کے سامنے امامت کرائے۔“

بتائیں! ادب کا یہ قرینہ کس نے سکھایا؟ قرآن کی کس آیت میں ہے؟ حضور نے کب منع کیا تھا؟ یہ وہ قرینہ ادب تھا جو محبت نے خود سکھا دیا تھا۔

۳۔ صحیح بخاری میں مسور بن محزمہ کی روایت ہے۔ جب عروہ اہل مکہ کا نمائندہ بن کر حدیبیہ کے میدان میں جاتا ہے کہ جا کے دیکھوں کہ حضور ﷺ کے صحابہ اور لشکر اسلام کے کیا حال احوال ہیں؟ تا کہ فیصلہ کیا جائے کہ آیا جنگ کریں یا نہ کریں۔ عروہ اس وقت مسلمان نہیں تھا۔ وہ آ کر کہتا ہے کہ خدا کی قسم! اس لشکر سے جنگ نہ کرنا۔ میں نے قیصرِ روم، کسری ایران اور نجاشی حبشہ کے دربار بھی دیکھے ہیں، دنیا کے کسی بادشاہ کی اس کے درباری اس طرح تعظیم نہیں کرتے جس طرح اصحابِ محمد، محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ کی عزت کی قسم! میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ اگر وہ لعابِ دہن پھینکتے ہیں تو ان کے اصحاب زمین پر نہیں گرنے دیتے، اٹھا کر چہروں پر مل لیتے ہیں۔ اگر وضو کرتے ہیں تو ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے، چہروں پر مل لیتے ہیں اور جس کو حضور کے پانی کا

..... الإمام الأول فتأخر الأول أو لم يتأخر، ۱: ۲۴۲، رقم: ۶۵۲

۲۔ بخاری، الصحيح، أبواب العمل في الصلاة، باب ما يجوز من

التسبيح والحمد في الصلاة للرجال، ۱: ۴۰۲، رقم: ۱۱۴۳

۳۔ بخاری، الصحيح، أبواب العمل في الصلاة، باب التصفيق

للنساء، ۱: ۴۰۳، رقم: ۱۱۴۶

۴۔ بخاری، الصحيح، أبواب العمل في الصلاة، باب الأيدي في

الصلاة، ۱: ۴۰۷، رقم: ۱۱۶۰

۵۔ بخاری، الصحيح، أبواب السهو، باب الإشارة في الصلاة، ۱:

رقم: ۴۱۴، ۱۱۷۷، ۲۵۴۴، ۲۵۴۷، ۶۷۶۷

قطرہ نہیں ملتا وہ لوگوں کے گیلیہ ہاتھوں سے ہاتھ رگڑ کے چہرے پہ مل لیتا ہے۔^(۱)

اگر آقا ﷺ اپنی حجامت کرواتے ہیں تو بال بچے نہیں گرنے دیتے اٹھا کے سنبھال لیتے ہیں۔ نگاہیں جھکائے رکھتے ہیں۔ اس طرح بیٹھتے ہیں جسے ساکت و صامت سر پہ پرندے ہیں۔ جب ان کے ادب کا یہ عالم ہے تو ان کے جذبہ ایمانی کی کیفیت کیا ہوگی کہ ان کے ساتھ کبھی جنگ لڑنے کی کوشش نہ کرنا۔

۴۔ عثمان غنی ؓ کو کس نے سکھایا؟ اسی حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ نے انہیں مذاکرات کے لیے بھیجا تو کفار مکہ نے انہیں پیش کش کی کہ تم طواف کعبہ کر لو مگر حضور ﷺ کو اجازت نہیں۔ وہ چھ سال بعد کعبہ کے صحن میں کھڑے تھے مگر عثمان غنی ؓ کعبہ صحن سے طواف کیے بغیر مڑ آئے اور کہا:

كُنْتُ لَا أَطُوفُ بِهِ حَتَّى يَطُوفَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. (۲)

”اللہ کی قسم! میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ

۶۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلي

بهم إذا تأخر الإمام، ۱: ۳۱۶، رقم: ۴۲۱

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد

والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة، ۲: ۹۷۴، رقم: ۲۵۸۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۲۹

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۲۱۶، رقم: ۲۸۷۲

۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۰: ۹، رقم: ۱۳

۵۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۹: ۲۲۰

(۲) ۱۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۹: ۲۲۱

۲۔ أبو المحاسن، معتصر المختصر، ۲: ۳۶۹

۳۔ قاضي عياض، الشفاء، ۲: ۵۹۳

طواف نہیں کر لیتے۔“

اور پھر احترامِ مصطفیٰ ﷺ میں بغیر طواف کیے پلٹ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آگئے۔ کس نے سکھایا یہ ادب؟ کیا کہیں حضور ﷺ کے بغیر طواف کرنا منع تھا؟

۵۔ پھر علی شیر خدا ﷺ کو کس نے سکھایا کہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی کیونکہ حضور ﷺ جھولی میں سر انور رکھ کر لیٹے ہیں حالاں کہ غروبِ آفتاب کے باعث نماز کا وقت بھی جا رہا ہے۔ (۱) کس نے سکھایا کہ نماز قربان کر دو مگر حضور ﷺ کو بے آرام نہ کرو؟ یہ سارے آدابِ تعظیم و تکریم محبت سکھاتی تھی، عشق سکھاتا تھا۔

۶۔ اور پھر صحابہ کا کتنا لطیف ادب اور تعظیم و تکریم کا کتنا لطیف حال تھا۔ حضرت قیس بن مخزومہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ میں اور حضور نبی اکرم ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان ﷺ نے بنی یسر بن لیث کے بھائی قباث بن اشیم سے پوچھا: آپ بڑے ہیں یا حضور نبی اکرم ﷺ بڑے ہیں؟ تو انہوں نے کہا:

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا أَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِيلَادِ. (۲)

”رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں اور میری تو (صرف) ولادت پہلے ہے۔“

اب ایک تذکرہ عمر میں سالوں کی بات ہو رہی ہے کہ بڑا کون ہے۔ کون پہلے

(۱) طبرانی، المعجم الكبير، ۲۴: ۱۴۷، رقم: ۳۹۰

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب ما جاء في ميلاد النبي

ﷺ، ۵: ۵۸۹، رقم: ۳۶۱۹

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۷۲۴، رقم: ۶۶۲۳

۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۹: ۳۷، رقم: ۷۵

۴۔ شیبانی، الآحاد والمثاني، ۱: ۴۰۷، رقم: ۵۶۶

پیدا ہوا۔ مگر اُس میں بھی لفظ بڑا استعمال کرنے کی اُن کا ادب اجازت نہیں دیتا۔ یہ سلیقہ صحابہ کرام ؓ سکھا رہے ہیں۔ اور یہ صرف روز مرہ کی گفتگو ہے لیکن اس میں احتراماً بڑائی اور عظمت کی ہر نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف ہی کی گئی ہے۔

۷۔ امام ابن عساکر اور ابن نجار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس ؓ بن عبدالمطلب ؓ جو حضور ﷺ کے چچا ہیں، آپ ؓ سے بھی یہ سوال پوچھا گیا:

أَيُّمَا أَكْبَرُ أَنْتَ أَمْ النَّبِيُّ ﷺ؟

”کون بڑا ہے: آپ یا حضور نبی اکرم ﷺ؟“

تو انہوں نے فرمایا:

هُوَ أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا وَلَدْتُ قَبْلَهُ. (۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ مجھ سے بڑے ہیں اور میری تو (صرف) پیدائش آپ ﷺ سے پہلے ہوئی ہے۔“

کتنے صحابہ سے ایک سوال مختلف مواقع پر ہوا ہے مگر کسی ایک صحابی نے بھی بڑے ہونے کی اتنی بات کی نسبت بھی اپنی طرف حضور ﷺ کے مقابلہ میں گوارا نہیں کی۔ یہ کتنا لطیف ادب ہے! اُن کے ایمان کا عالم کیا ہے! اس کو امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا اور اپنی تاریخ میں ابن عساکر نے بھی روایت کیا۔

۸۔ پھر آگے اس سے لطیف بات جسے عبد بن فیروز روایت کرتے ہیں کہ جب براء بن عازب ؓ سے پوچھا گیا کہ قربانی کے جو جانور ہیں ان میں سے کون کون سے ہیں جو جائز نہیں؟ اب وہ جواب میں یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ آقا ﷺ منبر پہ قیام فرماتے

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۳۶۲، رقم: ۵۳۹۸

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۲۹۶، رقم: ۲۶۲۵۶

۳۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۱: ۲۶۹، رقم: ۳۵۰

حضور ﷺ نے اس طرح چار انگلیوں کا اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ چار جانور یعنی فلاں فلاں فلاں فلاں کی قربانی جائز نہیں۔ وہ حدیث دوبارہ بیان کر رہے ہیں۔ انہوں نے آقا ﷺ کی حدیث سنانے کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ساتھ ہی براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو انگلیوں کا اشارہ کر دیا آقا ﷺ نے بھی ایسے کیا تھا۔ لیکن میری انگلیاں چھوٹی ہیں۔ یہ جملہ کہا کہ آقا ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ یہ چار جانور ناجائز ہیں۔ چونکہ انگلیوں کی ایک شکل بن رہی تھی اسی طرح جس طرح آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے چار انگلیاں کھڑی کر کے بتایا تھا دیکھا کہ ایک مماثلت بن رہی ہے تو اُس مماثلت کی نفی کے لیے کہہ دیا کہ میری انگلیاں اُن جیسی نہیں ہیں۔ (۱)

آپ اندازہ کریں کہ ایک عام گفتگو اور تبادلہ خیال ہے۔ اُس میں نہ مماثلت ثابت ہے نہ مساوات، نہ بے ادبی اور گستاخی ہو رہی ہے مگر جہاں ہلکا سا شائبہ بھی مماثلت کا نظر آتا ہے وہاں بھی وہ سوے ادب سمجھتے ہیں۔ اور ایک جملہ اضافاً کر اپنی محبت اور ادب کا اظہار کرتے ہیں۔

۹۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہادت کے قریب کے زمانے میں فرمانے لگے۔ اپنا ہاتھ دکھا کر کہ خدا کی قسم! دیکھو میرا ہاتھ، میں نے آقا ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی اور جس دن سے حضور ﷺ کے دستِ اقدس میں اپنا دایاں ہاتھ دے کر بیعت کی وہ دن اور آج کا دن، مگر آج کے دن تک میں نے غسل اور طہارت کے لیے بھی اسے استعمال نہیں کیا کہ یہ ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھ سے مس ہوا تھا۔ (۲)

آپ بتائیں کہیں قرآن میں ایک شق بھی ہے؟ کہیں حدیث میں ہے؟ کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ یہ آداب ملحوظ رکھے جائیں۔ اس درجے کے لطیف آداب تعظیم

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الضحایا، ۷: ۲۱۴، رقم: ۳۳۶۹

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأضاحی، ۲: ۱۰۵۰، رقم: ۳۱۴۴

(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۸۵، رقم: ۱۲۴

و تکریم کے کون سکھاتا تھا؟ یہ محبت خود سکھاتی تھی۔ محبت جو عشق کی استاد ہے۔

۱۰۔ بخاری شریف کی حدیث ہے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے غسل کی حاجت تھی اور میں ایک گلی میں جا رہا تھا، آگے اتفاق سے آقا ﷺ کی نشست تھی تو میں وہیں سے مڑ کے کسی اور راستے پر چلا گیا۔ چونکہ اب وہاں بیٹھنا تھا اس لیے گھر جا کر غسل طہارت کیا۔ اُس کے بعد پہنچے تو آقا علیہ السلام نے پوچھا کہ ابو ہریرہ تم نظر نہیں آئے، دیر سے آئے ہو، کہاں تھے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ابھی غسل کرنا تھا۔ میں پانی کی تلاش میں تھا تو آگے اتفاق سے نشست دیکھی تو کسی اور راستے کو مڑ گیا تاکہ غسل اور وضو کروں تو پھر آؤں۔^(۱)

آقا ﷺ کی مجلس میں یا آقا ﷺ جس راستے سے گزر رہے ہیں اُن کے سامنے سے گزرنا گوارا نہیں کیا کہ اس حال میں آقا ﷺ کی نگاہ نہ پڑے۔

۱۱۔ المواہب اللدنیہ میں اسی طرح کی روایت ہے کہ ایک صحابی صلح بن شریک رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی یہ تھی کہ جب آقا ﷺ نے کہیں سفر پر جانا ہوتا تو وہ آقا ﷺ کی اونٹنی پر کجاوہ لگاتے تھے۔ اُن کی اس دن ڈیوٹی تھی۔ علی الصبح آقا ﷺ نے سفر پر جانا تھا انہوں نے غسل کرنا تھا، بیمار تھے، صحت اچھی نہیں تھی، پانی موجود نہیں تھا یا بہت ٹھنڈا پانی تھا۔ بخاری کی حالت میں پریشان تھے۔ آقا ﷺ کے سفر کا وقت شروع ہو گیا تو انہوں نے اونٹنی پر کجاوہ نہیں لگایا بلکہ ایک اور صحابی کو ذمہ داری سونپ دی اور خود تیزی سے غسل اور وضو کر کے قافلے سے مل گئے۔ آقا ﷺ نے پوچھا: صلح بن شریک! کیا بات ہے آج تم نے کجاوہ نہیں باندھا؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کیسے پتہ چلا؟ آقا ﷺ نے فرمایا: کجاوہ اُس طرح نہیں گسا گیا جیسے تو کیا کرتا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا: آقا! میں نے غسل کرنا تھا اور میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میں نے دوسرے صحابی کو یہ کام کرنے کے لیے بھیجا۔ آقا ﷺ کو اس کے ادب کا یہ انداز اتنا پسند آیا کہ اُسی لمحے اللہ نے تیمم کی

(۱) صحیح بخاری، کتاب الغسل، ۱: ۱۰۹، رقم: ۲۸۱

آیت بھیج دی۔ کہ اگر آپ بیمار ہیں، مریض ہیں اور آپ وضو نہیں کر سکتے، تو آپ تیمم کر لیا کریں، یہ آیت جو امت کو بطور نعمت نصیب ہوئی وہ صلح بن شریک کے ادب مصطفیٰ ﷺ کے صدقے سے نصیب ہوئی۔ (۱)

محبت خود ادب اور تعظیم و تکریم کے آداب ایجاد کر لیتی ہے۔ اور آقا ﷺ نے پھر اپنی سنت کے ساتھ اپنی حیات طیبہ میں اس کے راستے متعین کیے۔ ادب، تعظیم و تکریم اور محبت بنیاد ایمان ہے اور یہی سنت رسول ﷺ ہے۔ یہ سارے آداب تعظیم و تکریم کے طریقے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضع کئے ہیں ان کی اصل اور اساس حضور ﷺ کی سنت ہے۔

۱۲۔ حدیث پاک میں ہے کہ آقا ﷺ فرماتے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں یہ حدیث آئی ہے، کتاب الحدود، حدیث نمبر ہے ۴۴۳۹۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہود کا ایک گروہ تھا۔ ان کی مدینہ کے قریب ایک بستی تھی جس میں بدکاری کا ایک واقعہ ہوا۔ وہ آقا ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں تشریف لائے اور مقدمہ کی سماعت کر کے بدکاری کی سزا جاری فرمائیے۔ آقا ﷺ تشریف لے گئے، یہودیوں نے آپ ﷺ کے لیے مسند بچھا دی۔ آپ ﷺ مسند پہ تشریف فرما ہوئے۔ بدکاری کا مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے پوچھا: اس کی سزا کیا ہے؟ آقا ﷺ نے فرمایا: تورات لے آؤ۔ اب دیکھیے اسلام کتنا پر امن مذہب ہے! کتنی وسعت ہے دین میں! اپنے اسلام اور قرآن کی سزا نافذ نہیں کی۔ یہود سے فرمایا: جو تمہاری کتاب تورات کا قانون ہے وہی تم پر نافذ کروں گا۔ آپ کے حکم سے تورات لائی گئی۔ اب یہ وہی تورات تھی جس کے لیے قرآن میں جا بجا آیا کہ کہ اُس کے اندر تحریف کردی گئی، الفاظ بدل دیے گئے۔ یہ تحریف شدہ تورات تھی، اصل تورات جو موسیٰ علیہ السلام پہ نازل ہوئی اس کا ذکر تو قرآن میں ہے مگر ان کے ہاں وہی تورات تھی جو بدل دی گئی تھی۔ مگر جب وہ تورات

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۹۸، رقم: ۸۷۵

لائی گئی تو آقا ﷺ تورات کو دیکھ کر مسند سے اٹھ گئے۔ اب آقا ﷺ سلیقے اور قرینے سکھا رہے ہیں، تورات کو دیکھ کر اٹھ گئے۔ اُس مسند سے اٹھ کر فرمایا: اس تورات کو اس مسند پر رکھ دو خود اٹھ گئے اور تورات ایک مسند پر رکھ دی۔ حدیث کے لفظ ہیں:

فَنَزَعَ الْوِسَادَةَ مِنْ تَحْتِهِ، وَوَضَعَ التَّوْرَةَ عَلَيْهَا وَقَالَ: آمَنْتُ بِكَ
وَبِمَنْ أَنْزَلَكَ. (۱)

”اپنے نیچے سے جو مسند تھی وہ نکال دی اور اُس کے اوپر تورات رکھ دی، اور تورات کو خطاب کر کے فرمایا: اے تورات! میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں اور جس نے تجھے نازل کیا اُس رب پر ایمان رکھتا ہوں۔“

وہ تورات جو تحریف شدہ ہے، ترمیم شدہ ہے، مگر چونکہ وحی الہی تھی۔ سارا کچھ تو نہیں بدل گیا تھا کچھ نہ کچھ تو اس میں تھا۔ وہ چند کلمات تورات میں بچ گئے تھے۔ صاحبِ قرآن پیغمبر، اللہ کی اُس وحی کے چند کلمات کی بھی تعظیم کر کے اسے مسند پر رکھ رہے ہیں۔ تو آقا ﷺ نے ادب کے یہ طریق سکھائے تھے کہ دوسرے کے دین و مذہب کا احترام کرو چاہے اس میں تحریف اور تبدیلیاں ہی کیوں نہ ہو چکی ہوں۔

پھر آقا ﷺ نے ایک یہودی عالم کو بلا کر اس سے فرمایا: پڑھو، رجم کی سزا کیا لکھی ہے؟ آقا ﷺ تورات کے عالم سے احکام پڑھو کے سنانا چاہتے تھے۔ تو جب اس نے پڑھا تو اس میں رجم کی سزا وہی تھی جو تاجدارِ کائنات ﷺ اپنی امت کو بتا چکے تھے۔ تو فرمایا: میں وہ سزا سنانا تو تم کہتے کہ اسلام کی سزا نافذ کر رہا ہوں۔ اس لئے تورات منگوائی، یہودی عالم بلوایا اور اس سے پڑھو کر آقا ﷺ علیہ السلام نے رجم کی سزا دے دی۔

۱۳۔ اور دوسرا بڑا عجیب واقعہ جو آقا ﷺ کی سنتِ ادب سے ثابت ہوتا ہے وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں اور کنز العمال میں جابر

(۱) ابو داؤد، السنن، کتاب الحدود، ۴: ۱۵۵، رقم: ۴۴۴۹

بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا اور فتح مکہ کے دن آقا علیہ السلام حرم کعبہ میں داخل ہوئے جہاں ۳۶۰ بت تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے بتوں کو گرا دینے کا حکم دیا۔ بت گراتے جاتے اور فرماتے جاتے:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ (۱)

”اور فرما دیجئے: حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا، بے شک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے“

چھڑی کا اشارہ کرتے اور بت گرتے جاتے۔ بتوں کو گراتے ہوئے کعبہ میں تشریف لے گئے جہاں مزید بت رکھے ہوئے تھے۔

ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ الْبَيْتَ فَصَلَّى فِيهِ رُكْعَتَيْنِ، فَرَأَى فِيهِ تَمَثُّلَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ. (۲)

”پھر کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوئے تو آقا ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پس اندر آقا ﷺ نے دیکھا کہ سیدنا ابراہیم، سیدنا اسماعیل اور سیدنا اسحاق علیہم السلام کے بھی (بت اور) تصویریں رکھی ہوئی ہیں۔“

آقا ﷺ نے انہیں پہچان لیا اور پہچان لینے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں تیر دیئے ہوئے تھے جس سے وہ قسمتوں کا حال معلوم کرتے تھے۔ یہ اُن کفارِ مکہ کے اپنے مشرکانہ عقائد تھے۔ ہر بت کو چھڑی سے گرایا۔ یہ بھی بت تھے جو شریعت میں حرام تھے۔ شریعت اور اسلام ان کو گوارا نہیں کرتا مگر سارے حقائق جاننے کے باوجود چونکہ وہ اسماء انبیاء علیہم السلام پر بنائے گئے تھے ان کو چھڑی سے نہیں گرایا۔ ہر بت کو چھڑی سے مگر سیدنا ابراہیم ﷺ، سیدنا اسماعیل ﷺ اور سیدنا اسحاق ﷺ کے جو بت اور تمثال تھے

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۸۱

(۲) ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۰۳، رقم: ۳۶۹۰۵

ان کے بارے میں حکم فرمایا:

ثُمَّ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ بِزَعْفَرَانَ فَلَطَخَهُ بِتِلْكَ التَّمَائِيلِ.

پھر رسول اللہ ﷺ نے زعفران منگوایا اور زعفران پانی میں حل کر کے ان کے اوپر زعفران لگا دیا تاکہ ان کی پہچان نہ رہے۔

یہ مشرکانہ عقائد کی علامتیں تھیں مگر چونکہ ان کی انبیاء کرام علیہم السلام کے نام کی طرف نسبت تھی ان کو بھی چھڑی سے گرانا گوارا نہیں کیا۔

۱۴۔ مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت میں ہے، امام ابن ابی حاتم اور امام طبری بیان کرتے ہیں۔ سراقہ بن مالک نے رفع حاجت کے بارے میں پوچھا: یا رسول اللہ! رفع حاجت کے وقت کیا کروں؟ کس طرف رخ کروں؟ اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا تَبَرَّئْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا، وَلَكِنْ شَرِّقُوا
أَوْ غَرِّبُوا. (۱)

”جب تم قضاے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف رخ کرو نہ پشت کرو بلکہ مشرق یا مغرب کو منہ رکھو۔“

اب اڑھائی سو میل دور بیٹھے ہیں مدینہ میں، تو آقا ﷺ نے فرمایا: کہ رفع حاجت جب کرنے کے لئے بیٹھو تو سیکڑوں میل دور ہی کیوں نہ ہو، قبلہ کی سمت کبھی منہ نہ کریں۔

وہ کعبہ جو نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ رفع حاجت کے وقت سیکڑوں میل دور

(۱) بخاری، الصحيح، ابواب القبلة، باب قِبْلَةِ اهلِ الْمَدِينَةِ وَأهلِ الشَّامِ،

۱: ۱۵۳، رقم: ۳۸۶

اس کی سمت کا ادب ہے حتیٰ کہ اسلامی فقہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکتا بھی منع ہے۔ سیکڑوں میل دور کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکتا منع ہے یعنی جس سمت قابل ادب وجود ہے اس کی سمت کا بھی احترام اور ادب ہے۔ آقا ﷺ نے ادب و تعظیم کا یہ معیار عطا کیا تھا اور یہی معیار محبت کا تھا۔ اسی معیار ادب کو صحابہ کرام نے سامنے رکھا۔ اس کو جاری کیا اور یہی معیار ادب اور معیار تعظیم اپنا لیا گیا۔

اُمّہ و اَسلاف کا ادب و تعظیم مصطفیٰ ﷺ

تابعین اور تبع تابعین، اُمّہ و اکابرین اسلام، اَعْلَام اُمت الغرض تمام اسلاف کا عقیدہ بھی صحابہ کرام ﷺ کے طرز عمل پر مبنی ہے۔ یہی طریقہ تابعین اور تبع تابعین نے اختیار کیا اور امام مالک اور دیگر ائمہ و اولیاء نے بھی۔

۱۔ قاضی عیاض الشفا میں اس کو اپنی سند کے ساتھ تحقیق سے روایت کرتے ہیں، ایک دفعہ خلیفہ اور بادشاہ وقت ابو جعفر المنصور مسجد نبوی میں آیا۔ وہ تھوڑی اونچی آواز سے بات کرنے لگا۔ امام مالک ﷺ پاس کھڑے تھے۔ فرمایا: اے خلیفہ وقت!

لا ترفع صوتک فی هذا المسجد.

”یہ مسجد نبوی ہے اس میں آواز بلند نہ کرنا۔“

اب عام مسجد بھی اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، مگر فرمایا: اس مسجد میں آواز بلند نہ کرنا۔

فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَدَّبَ قَوْمًا: ﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (۱)

اللہ تعالیٰ نے اُمت کو ادبِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ درس دیا ہے: خبردار! اپنی آوازیں مصطفیٰ ﷺ کی آوازوں سے اونچی نہ کرنا۔

آقا ﷺ کا وصال بھی ہو گیا مگر بعد از وصال بھی حضور ﷺ کا ادب ویسے ہی ہے جو ظاہری حیات میں تھا۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے ادب سکھاتے ہوئے یہ فرمایا۔ جس قوم نے اپنی آوازیں ادبِ مصطفیٰ ﷺ میں پست کر لیں، اللہ نے ان کی مدح اور تعریف کی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ. (۱)

”بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے۔“

گویا تقویٰ، ادب و تعظیم رسالت مآب ﷺ سے نصیب ہوتا ہے۔ اور پھر فرمایا: جنہوں نے حضور ﷺ کی بے ادبی کی اللہ تعالیٰ نے اُن کی مذمت کی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (۲)

”بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (آپ کے بلند مقام و مرتبہ اور آدابِ تعظیم کی) سمجھ نہیں رکھتے“

خليفة ابو جعفر منصور کو یہ آیات سنا کر نصیحت کی گئی۔ (۳)

۲۔ اس کے بعد خلیفہ نے پوچھا کہ اب دعا کا وقت ہے۔ اے امام مالک! بتائیے کیا میں دعا حضور ﷺ کی قبر انور کی طرف چہرہ کر کے کروں یا ادھر پشت کر کے قبلہ رخ

(۱) الحجرات، ۴۹: ۳

(۲) الحجرات، ۴۹: ۴

(۳) قاضی عیاض، الشفاء: ۵۲۰

ہو کر دعا کروں؟ امام مالکؒ نے جواب دیا:

لم تصرف وجهک عنه وهو وسلیتک ووسیلة أییک آدم إلی
الله یوم القیامة. (۱)

”تم اُس ہستی سے اپنا چہرہ کیوں پھیرتے ہو جو تمہارا بھی وسیلہ ہے اور تمہارے
باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی قیامت تک وسیلہ ہے۔“

آپ اندازہ کریں اُن کے یہ آداب حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تھے۔

۳۔ حضرت ایوب السختیانی ایک امام جلیل القدر راوی ہیں۔ اکثر کتب حدیث
میں ان سے روایات مروی ہیں۔ وہ امام مالک کے شیوخ اور آپ کے اساتذہ میں تھے۔
امام مالک سے پوچھا گیا کہ ان کا درجہ حدیث میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم!
میں نے جتنے شیوخ اور اساتذہ سے حدیث روایت کی ہے۔ میں نے ایوب السختیانی
سے بہتر اور افضل کوئی شخص نہیں پایا۔ پوچھا گیا: ان کی فضیلت کا سبب کیا ہے؟ فرمانے
لگے:

حج حجتین، فکنت أرقمه ولا أسمع منه، غیر أنه کان إذا ذکر
النبی ﷺ بکی حتی أرحمه، فلما رأیت منه ما رأیت، وإجلاله
للنبی ﷺ کتبت عنه. (۲)

میں ان کے پاس رہتا تھا اور میں نے ان کے ساتھ دو حج کئے۔ وہ حدیث
بیان کرتے۔ میں پہلے نہیں لکھتا تھا۔ لیکن خدا کی قسم! میں نے دیکھا ہے کہ جب بھی
تاجدار کائنات ﷺ کا ذکر آتا، آپ ﷺ کا نام سنتے، اُن کی آنکھیں چھم چھم
حضور ﷺ کے عشق میں رونے لگ جاتیں۔ وہ اتنا روتے کہ ان کی حالت زار پر ہمیں

(۱) قاضی عیاض، الشفاء: ۵۲۰

(۲) قاضی عیاض، الشفاء: ۵۲۱

رحم آجاتا۔ جب میں نے انہیں حضور ﷺ کے عشق میں اتنا غرق دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! حضور ﷺ کی اسی تعظیم اور عشق کو دیکھ کر میں نے ان سے حدیث لکھنا شروع کی۔ تو میں نے جو ان سے حدیث روایت کی اس کا سبب بھی ان کا عشق اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ ہے۔

۴۔ حضرت مصعب بن عبد اللہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی ان کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر ہو جاتا، ان کا رنگ تبدیل ہو جاتا، زار و قطار رونے لگ جاتے، اتنا روتے کہ ان کی حالت غیر ہو جاتی حتیٰ کہ لوگ انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر چلے جاتے۔ مگر حضور ﷺ کا نام اور ذکر سن کر ان کا گریہ و بکا نہ رکتا۔^(۱)

۵۔ مصعب بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بیشک میں نے امام جعفر بن محمد الصادق کو دیکھا ہے۔ حالانکہ

وكان كثير الدعابة والتبسم، فإذا ذكر عنده النبي ﷺ اصفر.^(۲)

”وہ انتہائی خوش مزاج اور ظریف الطبع تھے۔ لیکن جب بھی ان کے سامنے حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر جمیل کیا جاتا تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔“

۶۔ حضرت عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر کے بارے میں قاضی عیاض روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی مجلس میں حضور ﷺ کا ذکر ہو جاتا تو خدا کی قسم ان کے چہرے کا رنگ اس طرح ہو جاتا کہ جیسے کسی نے خون نچوڑ لیا ہو اور زبان گنگ ہو جاتی۔ ان کی زبان سے حضور ﷺ کے عشق اور محبت اور ہیبت، ہیبت و جلال محمدی میں کوئی کلمہ نہیں نکلتا تھا۔^(۳)

(۱) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۱

(۲) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۱

(۳) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲

۷۔ قاضی عیاضؒ مزید فرماتے ہیں: میں نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر کو دیکھا کہ اگر حضور ﷺ کا ذکر ہو جاتا تو نام سن کر زار و قطار رو پڑتے اور چیخ نکل جاتی۔^(۱)

۸۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: میں نے امام زہری کو دیکھا کہ جب آقا ﷺ کا ذکر آ جاتا ان کی حالت اتنی غیر ہو جاتی کہ سامنے بیٹھے ہوئے دوست کو بھی پہچان نہ سکتے اور نہ کوئی ان کو پہچان سکتا کہ یہ امام زہری ہیں۔^(۲)

۹۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: میں نے امام صفوان بن سلیم کو دیکھا کہ آقا ﷺ کا ذکر ہوتا تو نام سنتے ہی ان کی چیخ و پکار نکل جاتی، اتنا روتے کہ آہ و بکا کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔^(۳)

۱۰۔ قاضی عیاضؒ، امام ابن سیرین کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ کثیر التہسم تھے، مسکرانا ان کا معمول تھا مگر ادھر آقا ﷺ کی حدیث بیان کرنے کا وقت آتا تو سارا جسم لرزا بر اندام ہو جاتا اور کانپنے لگ جاتے۔^(۴)

۱۱۔ امام مالکؒ کے محبت و ادب کے بارے میں قاضی عیاضؒ نقل کرتے ہیں:

قال مطرف: كان إذا أتى الناس مالكاً خرجت إليهم الجارية وتقول لهم: يقول لكم الشيخ: تريدون الحديث أو المسائل؟ فإن قالوا: المسائل. خرج إليهم، وإن قالوا: الحديث. دخل مغتسله، واغتسل وتطيب، ولبس ثياباً جدداً، ولبس ساجه وتعمم، ووضع على رأسه رداءً، وتلقى له منصة، فيخرج فيجلس

(۱) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲

(۲) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲

(۳) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲

(۴) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲

عليها وعليه الخشوع، ولا يزال يبخر بالعود حتى يفرغ من
حديث رسول الله ﷺ قال: ولم يكن يجلس على تلك المنصة
إلا إذا حدث عن رسول الله ﷺ.

قال ابن أبي أويس: فقليل لمالك في ذلك، فقال: أحب أن
أعظم حديث رسول الله ﷺ، ولا أحدث به إلا على طهارة
متمكناً. وقال: وكان يكره أن يحدث في الطريق، أو وهو قائم،
أو مستعجل. وقال: أحب أن أفهم حديث رسول الله ﷺ. (۱)

”مُطَرِّفُ فرماتے ہیں کہ جب لوگ حضرت امام مالکؒ کے پاس آتے تو پہلے
آپ کی خادمہ آتی اور ان سے کہتی کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا
ہے کہ کیا تم حدیث کی سماعت کرنے آئے ہو یا مسئلہ دریافت کرنے؟ اگر وہ
کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے آئے ہیں تو آپ فوراً باہر تشریف لے آتے اور
اگر وہ کہتے کہ حدیث کی سماعت کرنے آئے ہیں تو آپ (اہتماماً) پہلے غسل
خانہ جاتے، غسل کرتے، خوشبو لگاتے اور عمدہ لباس پہنتے۔ عمامہ باندھتے، پھر
اپنے سر پر چادر لپیٹتے، تخت بچھایا جاتا پھر آپ باہر تشریف لاتے اور اس تخت
پر جلوہ افروز ہوتے۔ اس طرح پر کہ آپ پر انتہائی عجز و انکساری طاری ہوتی
جب تک درس حدیث سے فارغ نہ ہوتے برابر اگر کسی خوشبو سلگائی جاتی رہتی۔
دیگر راویوں نے کہا کہ اس تخت پر آپ جب ہی تشریف فرما ہوتے جبکہ آپ کو
حدیث رسول ﷺ بیان کرنی ہوتی۔

”حضرت ابن ابی اویسؒ کہتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت امام مالکؒ
سے کسی نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ”میں اسے بہت محبوب رکھتا ہوں

(۱) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۴، ۵۲۵

کہ حدیث رسول ﷺ کی خوب تعظیم کروں۔ میں با وضو بیٹھ کر حدیث بیان کرتا ہوں۔ فرمایا میں اسے مکروہ جانتا ہوں کہ راستہ میں یا کھڑے کھڑے یا جلدی میں حدیث بیان کی جائے اور فرمایا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کو خوب سمجھا کر بیان کروں۔“

حضور ﷺ کی حدیث کو اتنا مقام و مرتبہ دینے کا یہ عالم ہے تو ان کے ہاں صاحب حدیث کے مرتبہ کا عالم کیا ہوگا۔ یہ عزت وہی دے سکتا ہے جس کے دل میں تعظیم و تکریم محمدی ﷺ کا سمندر موجزن ہو اور عشق مصطفیٰ ﷺ سے سینہ لبریز ہو۔ جب تک عشق، محبت، ادب اور تعظیم و تکریم اپنے کمال کو نہیں پہنچتا اُس وقت تک ان نسبتوں ان حدیثوں کی ایسی عزتیں اور ایسی تکریمیں نہیں ہوتیں۔ قاضی عیاض چونکہ خود مالکی المذہب ہیں وہ تو کثرت سے امام مالک کا ذکر لائے ہیں۔ عاشق رسول ہونے کی حیثیت میں ان کا حق بھی ہے۔ امام مالک ان عاشقان رسول ﷺ میں سے ہیں کہ ۹۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ ہجری میں وفات ہوئی۔ یعنی ۸۶ برس یا ۸۷ برس عمر پائی۔ لیکن انہوں نے پوری زندگی میں صرف دو حج کیے اور ستر برس یا ساٹھ برس گزار دیے۔ حج کرنے، نفلی حج کرنے یا عمرے کے لیے بھی نہیں گئے۔ کسی نے پوچھا: سارا جہاں جاتا ہے آپ کیوں نہیں جاتے؟ انہوں نے کہا: فرض ادا کر چکا، اب معلوم نہیں کہاں موت آجائے، میں حضور کے شہر سے باہر موت گوارا نہیں کرتا۔

۱۲۔ امام مالک مدینہ کی گلیوں میں نہیں بلکہ دیواروں کے ساتھ گھسیٹ گھسیٹ کر چلتے کہ جن گلیوں پر حضور کے قدم لگے ہیں، ابھی تک وہی گلیاں ہیں۔ میں گوارا نہیں کرتا کہ میرے قدم وہاں ان جگہوں پر لگ جائیں، جہاں حضور ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا۔ قاضی عیاض نقل کرتے ہیں:

کان مالک لا یرکب بالمدینة دابة، وکان یقول: أستحی من الله

أن أطأ تربة فيها رسول الله ﷺ بحافر دابة. (۱)

”حضرت امام مالکؒ مدینہ منورہ میں جانور پر سوار ہو کر نہ چلتے اور فرماتے کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں سواری کے جانور سے اس ارضِ مقدس کو پامال کروں جہاں اللہ ﷻ کے رسول ﷺ جلوہ فرما ہیں۔“

۱۳۔ امام عبد اللہ بن المبارک روایت کرتے ہیں کہ میں آپ کی مجلس میں تھا اور آپ حدیث بیان کر رہے تھے۔ حدیث کو بیان کرتے ہوئے ایک بچھو نے سولہ مرتبہ آپ کو ڈس لیا۔ ہر دفعہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا۔ لیکن وَلَا يَقْطَعُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، حضور ﷺ کی حدیث بغیر توقف کے بیان کرتے رہے۔ حضور ﷺ کا ذکر بیان کرتے ہوئے کوئی آواز نہیں لگائی۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا:

يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! قَدْ رَأَيْتُ مِنْكَ الْيَوْمَ عَجَبًا.

”اے ابو عبد اللہ! آج آپ کا عجب حال دیکھا ہے۔“

آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور عجیب تکلیف کی کیفیت محسوس ہوئی مگر آپ نے حدیث رسول ﷺ کی روایت اور بیان کو منقطع نہیں کیا۔ کیا وجہ ہے؟ کہنے لگے: ”عبد اللہ بن مبارک! سولہ مرتبہ بچھو نے مجھے ڈسا ہے۔“ تو آپ اسے جھٹک دیتے؟ فرمایا:

إِنَّمَا صَبَرْتُ إِجْلَالًا لِحَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. (۲)

”لیکن میں نے حدیث رسول ﷺ کی عظمت و جلال کی بنا پر صبر کیا۔“

۱۴۔ ہشام بن غازی نے ایک مرتبہ راستے میں چلتے ہوئے امام مالک سے حضور ﷺ کی ایک حدیث پوچھ لی۔ امام مالک کے ہاتھ میں چھوٹی سی ایک چھڑی تھی۔

(۱) قاضی عیاض، الشفا: ۵۴۰

(۲) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۶

راستے میں کھڑے ہوئے آپ نے اس چھوٹی چھڑی سے بیس ضربیں ہشام بن غازی کو ماریں کہ حضور ﷺ کی حدیث راستے میں چلتے ہوئے نہیں پوچھتے، یہ بے ادبی ہے۔ بیس ضربیں لگا کر پھر اس کو مناسب جگہ پر بٹھایا اور بدلے میں ۲۰ حدیثیں سنائیں۔ ہشام بن غازی فرمایا کرتے تھے: میری خواہش تھی کہ مجھے ضربیں لگاتے جاتے اور حدیثیں سناتے جاتے۔^(۱)

۱۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان کا ایک اونٹ تھا، ایک جگہ چٹیل میدان میں گھما رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا: یہ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔

إلا أنى رأيت رسول الله ﷺ فعله، ففعلته. (۲)

سوائے اس کے کہ میں نے تو ایک دن دیکھا تھا کہ حضور ﷺ اونٹ کو یہاں اسی طرح چکر لگوا رہے تھے۔ بس میں تو یاری ادا نبھا رہا ہوں۔ اور کوئی کام نہیں ہے۔

۱۶۔ سونا مردوں کے لیے حرام ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اُس کے ہاتھ سے چھین کر پھینک دی، بعد ازاں جب آپ ﷺ مجلس سے تشریف لے گئے تو صحابی بھی اُٹھ کر چل پڑے۔ یعنی اُن کی اتباع میں بھی عشق تھا۔ کسی نے روک لیا، اور کہا کہ عورتوں کے لیے تو سونا حلال ہے۔ حضور ﷺ کا اُتار کر پھینکنے کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے لیے حرام ہے۔ اُٹھا کر لے جاؤ اور جا کر بیوی کو دے دینا۔ اُس نے کہا کہ یہ مسئلہ مجھے بھی معلوم ہے کہ عورتوں کے لیے حلال ہے۔ مگر جس شے کو حضور ﷺ نے ایک بار نفرت سے پھینک دیا ہو میں اس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔^(۳)

یہ تابعین کا عالم تھا اور تبع تابعین تسلسل کے ساتھ ان کے نقش قدم پر تھے۔

(۱) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۶

(۲) قاضی عیاض، الشفا: ۴۸۷، ۴۸۸

(۳) مسلم، الصحيح، کتاب اللباس والزینة، ۳: ۱۶۵۵، رقم: ۲۰۹۰

امت کا وہ تسلسل کہاں گیا؟ آج آقا ﷺ کے عشق اور محبت کو کچھ اور نام دیا جاتا ہے۔ یہ وہ وراثت اور میراث ہے جو اللہ رب العزت نے پتھروں کے اندر، درختوں میں، جانوروں میں، شجر و حجر میں رکھی تھی۔ یہ میراث صحابہ کے ایمان کو ملی تھی۔ ان سے تابعین میں آئی۔ تبع تابعین میں آئی۔ امت میں جب تک ایمان زندہ و سلامت رہا اس عشق اور ادب و تعظیم کی انتہا کے ساتھ سلامت رہا۔ آج امت نے اپنا رشتہ اس سے کاٹ ڈالا ہے۔

آقا ﷺ کے عشق و محبت اور تعظیم کا یہ حال پیدا کرنے کے لئے امت کو اس رشتے کو دوبارہ بحال کرنا ہوگا۔ اس عقیدہ اس نسبت، اس فہم، اس شعور کو دوبارہ بحال کرنا ہوگا۔ ان کی اتباع میں بھی عشق و ادب مضمر ہے۔

یہ محبت کے پیمانے اور قرینے تھے۔ یہ ہر سال آقا ﷺ کا جو یومِ ولادت اور ماہِ ربیع الاول اسی لیے آتا ہے کہ آقا ﷺ کے ساتھ اس نسبت کو پھر سے زندہ اور تازہ کیا جائے۔ اور وہ ٹوٹا ہوا عہد و پیمان جو اللہ نے انبیاء سے لیا تھا، پھر ان کی امتوں سے نبیوں نے لیا تھا، اور پھر حضور کی امت سے رب نے خود لیا:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ لَا
أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١﴾

’پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔‘

ایک عہد اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا تھا میثاقِ رسالتِ محمدی ﷺ

کا: پھر حضور ﷺ کی اُمت سے رب نے خود قرآن میں لیا کہ وہی لوگ فلاح پائیں گے جو میرے محبوب سے محبت کریں گے، ادب کریں گے، ان کی تعظیم و تکریم کریں گے اور میرے مصطفیٰ کا حد سے بڑھ کر ادب کریں گے۔ اللہ پاک نے یہ جو عہد و پیمان لیا اس رشتہ محبت کو، رشتہ تعظیم و ادب کو، رشتہ اتباع کو آقا ﷺ کی پیروی کو مستحکم کرنے کے لئے ہر سال بدل بدل کہ جو یہ مہینہ آتا ہے یہ یاد دلاتا ہے کہ ہم اس رشتے کو دوبارہ زندہ اور تازہ کریں۔ امت بہت دور چلی گئی ہے۔ ہم دنیا میں، مال و دولت کمانے میں کھو گئے۔ دنیاوی جاہ و منصب میں کھو گئے۔ عیش و آرام میں کھو گئے۔ لطف و آسائش میں کھو گئے۔ جوں جوں دن آگے گزرتے جا رہے ہیں۔ ہمارے ایمان سے روحانیت نکلتی جا رہی ہے اور مادیت غالب تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہماری ترجیحات بدل گئی ہیں، ہم اپنی پوری زندگیاں دنیا کے عیش و آرام اور آسائش میں گنوارہے ہیں اور جوں جوں مادیت چھا رہی ہے روحانیت کم ہو رہی ہے اور عشق و محبت ادب تعظیم و تکریم کا عقیدہ فنا ہو رہا ہے۔ نتیجتاً اللہ رب العزت کا لطف و کرم اس کے انعام و احسان بھی ہاتھ سے جا رہا ہے۔ اس کا وعدہ تو ان لوگوں کو کامیابی، کامرانی، ابدی عزت اور فلاح دینے کا ہے جو حضور ﷺ کی محبت تعظیم و تکریم اور اتباع کا حق ادا کریں گے۔ اگر ہم اپنا حق ادا نہیں کرتے تو پھر اللہ رب العزت کا وعدہ تو ہمارے ساتھ نہیں رہے گا۔

حرفِ آخر

آج پھر ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم پلٹ کر اس نسبت کو زندہ اور تازہ کریں۔ ہم چاہے جس دنیا میں بھی رہیں مگر روہیں چودہ سو سال قبل حضور کی اس دنیا میں چلی جائیں۔ وہ رنگ و سلیقہ و قرینہ ادب کا عشق کا، پلٹا کے دوبارہ لے آئیں جو ابوبکر، عمر، عثمان، علی ؓ نے دنیا کو دکھایا جو تابعین تبع تابعین ائمہ و اولیاء کا صلحاء اور پندرہ صدیوں سے اکابرین اور اسلاف اور اولیاء کا رہا ہے۔

ہر چیز نئی اچھی ہے۔ گاڑی نئے ماڈل کی آجائے اور سہولت ہو تو بے شک لے لیں۔ نئے گھر، نئی نئی تکنیک، نئے نئے تعمیراتی ڈیزائن لے لیں، کوئی گناہ نہیں۔ ہر حلال چیز سے حلال طریقے سے آپ استفادہ کریں۔ تعلیم جتنی نئی ملے لے لو، ٹیکنالوجی نئی لے لو۔ کپڑے نئے نئے لے لو۔ گھر بار، سفر کی سہولتیں، ہر چیز بشرطیکہ وہ حلال ہو، لے لو۔ جدید سے جدید تر لے لو، کوئی مضائقہ نہیں، مگر ایمان و عقیدہ کبھی نیا نہ لو، وہی پرانا رکھو۔ زندگی کی ہر آسائش نئی مگر عقیدہ اور ایمان پرانا، اور جتنا پرانا رکھو گے اتنا اعلیٰ، اتنا قیمتی ہوگا۔ اس میں اتنا نور، اتنی روشنی، اتنی کشش ہوگی، عقیدہ نیا نہ لو۔ ہر نیا عقیدہ فتنہ ہے، ہر نیا عقیدہ بدعت ہے ہر نیا عقیدہ گمراہی اور ضلالت ہے اور ہر نیا عقیدہ ولینِ مصطفیٰ ﷺ سے دور لے جا رہا ہے۔

ہر شے کو عقل کے پیمانے پر قبول کرو، ہر علم سے، ہر ٹیکنالوجی سے، ہر فکر سے، ہر تحقیق سے، ہر شے سے عقل کا تعلق اور رشتہ رکھو۔ مگر حضور ﷺ کی بارگاہ میں عقل کا چراغ کبھی نہ جلاؤ حضور ﷺ سے تعلق دل کا رکھو عقل کا نہیں۔ وہاں جھکے رہو، عاشق لوگ محبوب کی باتوں کو عقل کے پیمانے پر نہیں پرکھتے۔ جہاں عقل کا دخل ہوا وہاں تنقید آتی ہے، جہاں تنقید آئی وہاں ایمان گیا۔ اللہ رب العزت نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۳ میں پہلا سبق ہی یہ دیا: **يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ** یعنی بن دیکھنے والے ماننے والے ایمان دار۔ اور بن دیکھے ماننا عشق کا شیوہ ہے عقل کا شیوہ نہیں۔

آقا ﷺ سے تعلق، حضور ﷺ کی سیرت کی اتباع کرو بغیر عقل کے، حضور ﷺ کے عشق میں غرق ہو جاؤ۔ حضور ﷺ کی سنت کی اتباع کرو۔ حضور ﷺ سے محبت کرو عشق کے طریق سے۔ ادب اور تعظیم کرو۔ حضور ﷺ سے جس جس شے کو نسبت ہے اس کا ادب کرو۔ صحابہ کرام ؓ کی محبت ایمان ہے اور ان کا ادب و تعظیم واجب ہے، صرف اس لیے کہ وہ حضور ﷺ کے جان نثار ہیں، حضور ﷺ کے اصحاب ہیں۔ اہل بیت اطہار کی محبت ایمان ہے، اس لیے کہ حضور نے کندھوں پر حسن و حسین

ﷺ کو اٹھایا اور کھلایا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا۔^(۱) ہر شے کی نسبت حضور سے ہے۔

حرمین سے محبت ہے تو اس لیے کہ حضور کا وطن ہے۔ آقا نے ان نسبتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ سارے شہر خدا کے، مگر کیوں کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب میں اٹھوں گا تو میرے ساتھ سب سے پہلے اہل جنت بقیع اٹھیں گے؟ پھر اہل مکہ اٹھیں گے۔ پھر دنیا اٹھے گی۔ یعنی حضور ﷺ کے ساتھ جو ابدی آرام کر رہے ہیں، پہلے مدینہ والے اٹھیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: باری تعالیٰ! ہمارے لیے مدینہ کی محبت مکہ سے بھی زیادہ کر دے۔ یہ صحیحین بخاری، مسلم کی حدیث ہے۔^(۲)

فرمایا: باری تعالیٰ! ہمارے لیے مدینہ کی محبت مکہ جیسی، اور پھر فرمایا: اس سے بھی زیادہ کر دے۔ شدید تر کر دے مدینہ کی محبت مکہ سے زیادہ۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہاں خدا کا گھر ہے، اور یہاں خدا کے مصطفیٰ کا در ہے۔ گھر خدا کا وہاں ضرور ہے مگر خدا کی محبت کا مرکز و محور بھی مصطفیٰ کا در ہے۔ اس لیے جہاں حضور آرام فرما ہیں لاکھ کعبے بھی اس خطہ زمین پر قربان ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ بھی دعا کی: باری تعالیٰ! مدینہ کی برکت کو بڑھا دے۔ اور حدیث پاک میں ہے، بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے، اتنی بڑھا دے کہ مکہ کی برکت سے بھی دوگنا کر دے۔

اس فضیلت کا جو فرق رکھا اس کا مدار کیا ہے؟ حج تو مکہ میں ہوتا ہے، مدینہ کی زیادہ برکت کیوں؟ محبت مدینہ کی زیادہ کیوں؟ سوائے اس کے کیا کوئی اور سبب ہے کہ مدینہ حضور ﷺ کا مسکن ہے اور مدفن ہے۔ اس لیے آقا ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت

(۱) ۱- أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۰۰، رقم: ۹۶۷۱

۲- حاکم، المستدرک، ۳: ۱۸۲، رقم: ۴۷۷۷

(۲) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب الحج، ۲: ۶۶۷، رقم: ۱۷۹۰

۲- مسلم، الصحيح، کتاب الحج، ۲: ۹۹۴، رقم: ۱۳۶۹

کے دن ساری دنیا کا ایمان سکڑ کر مدینہ میں آجائے گا۔^(۱) جیسے سانپ ہر طرف سے بھاگ کر اپنے بل میں جا کر چھپ جاتا ہے^(۲) اور محفوظ ہو جاتا ہے۔ جب پوری دنیا پر ایک وقت آئے گا کفر چھا جائے گا تو ایمان سکڑ کر مدینہ میں آجائے گا۔

آقا ﷺ نے بار بار ان چیزوں کی نشان دہی کی اور فرمایا:

مَا بَيْنَ مَنْبَرِي وَرَوْضَتِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. (۳)

میرے گھر - جہاں حضور ﷺ کی قبر انور ہے، مزار اقدس - اور میرے منبر کے درمیان جنت کا باغ ہے۔ یہ ساری باتیں اس دوسرے شہر کے لیے تو نہیں کہی۔ جو بیت اللہ اور مسجد الحرام، مسجد حرام کا شہر ہے۔ حج وہیں ہے۔ مگر آقا ﷺ کی رغبتیں، جب مدینہ آگئے تو ساری محبتیں مدینہ میں سما گئیں۔ یہ اشارہ اُمت کو ایک سمتِ محبت دینے کے لئے تھا کہ مکہ سے محبت بھی اسی کی معتبر ہوگی جس کی کثرت کے ساتھ محبت مدینہ سے ہو۔

مدینہ کے بارے میں آقا ﷺ نے فرمایا: جس نے اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھا، وہ دوزخ کی آگ میں اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ (۴)

یہ اہل مدینہ کا اعزاز ہے۔ یعنی حضور ﷺ سمتِ محبت سکھا رہے ہیں آقا ﷺ کا ارشاد ہے: اے میرے امتیو! تمہاری محبت کا رخ یہ ہونا چاہیے، کہ محبت اور عشق کی سمت مصطفیٰ ﷺ کے قدم ہوں، مصطفیٰ کی جگہ اور ذات ہو۔ اگر یہ محبت نصیب ہوگئی تو اس کے صدقے کعبہ کی محبت بھی نصیب ہو جائے گی۔ اسلام کی محبت، دین کی محبت اور ایمان کی محبت بھی مل جائے گی۔ اس رشتے کو دوبارہ زندہ کر لیں، پھر اپنی نسلوں میں اپنی اولادوں کو

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب فضائل المدينة، ۲: ۶۲۳، رقم: ۱۷۷۷

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب الايمان، ۱: ۱۳۱، رقم: ۱۴۷

(۳) بخاری، الصحيح، کتاب الجمعة، ۱: ۳۹۹، رقم: ۱۱۳۸

(۴) مسلم، الصحيح، کتاب الحج، ۲: ۹۹۲، رقم: ۱۳۶۳

سکھائیں، یہ وراثت ان کو منتقل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم بہت بڑی غلطی کرتے ہیں کہ ان کو بچپن میں نظر انداز کرتے رہتے ہیں اور جب عمر کے اس حصے میں جا پہنچتے ہیں تو وہ نئی بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو پھر ہم شکوہ کرتے ہیں۔ اس شیوہ ایمان کو خود بھی اپنائیں اور اپنی اولادوں کو یہ ساری وراثت منتقل کریں۔ تب جا کے ہم اس قابل ہوں گے کہ آقا ﷺ کی بارگاہ میں جب قیامت کے دن پیش ہوں تو سرخ رُو ہو سکیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَي سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

لِكَلِّجَعَلْنَا مِنْكُمْ عَتَمِنَهَا جَا

www.MinhajBooks.com

مآخذ ومراجع

١. القرآن الحكيم۔
٢. آلوسی، محمود بن عبد اللہ حسینی (١٢١٤ھ-١٢٤٠ھ/١٨٠٢-١٨٥٣ء)۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی۔ لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
٣. آلوسی، امام شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ حسینی آلوسی البغدادی۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم۔ ملتان، پاکستان: مکتبہ امدادیہ۔
٤. احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (١٦٣-٢٤١ھ/٤٨٠-٤٨٥ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ١٣٩٨ھ/١٩٤٨ء۔
٥. ازرقی، ابو الولید محمد بن عبد اللہ ابن احمد۔ اخبار مکة۔ بیروت، لبنان: دار الاندلس للنشر، ١٣١٦ھ/١٩٩٦ء۔
٦. ابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، (٨٥-١٥١ھ)۔ السیرة النبویة۔ معبد الدراسات والابحاث للتعریب۔
٧. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (١٩٣-٢٥٦ھ/٨١٠-٨٤٠ء)۔ التاریخ الکبیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔
٨. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (١٩٣-٢٥٦ھ/٨١٠-٨٤٠ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ١٣٠١ھ/١٩٨١ء۔
٩. بزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (٢١٠-٢٩٢ھ/٨٢٥-٩٠٥ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: ١٣٠٩ھ۔
١٠. بغوی، ابو محمد بن فراء حسین بن مسعود بن محمد (٣٣٦-٥١٦ھ/١٠٣٣-١١٢٢ء)۔

- معالم التنزیل - بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۱۵ھ/۱۹۹۵ء۔
۱۱. بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۳-۴۵۸ھ/۹۹۳-۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبریٰ - مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۳۱۰ھ/۱۹۸۹ء۔
۱۲. بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۳-۴۵۸ھ/۹۹۳-۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبریٰ - مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ دار الباز، ۱۳۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔
۱۳. بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۳-۴۵۸ھ/۹۹۳-۱۰۶۶ء)۔ شعب الایمان - بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۳۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔
۱۴. بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۳-۴۵۸ھ/۹۹۳-۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوہ - بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۳۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔
۱۵. بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۳-۴۵۸ھ/۹۹۳-۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوہ - بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۳۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔
۱۶. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ (۲۱۰-۲۷۹ھ/۸۲۵-۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح - بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
۱۷. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ (۲۱۰-۲۷۹ھ/۸۲۵-۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح - بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔
۱۸. ابن تیمیہ، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم حرانی (۶۶۱-۷۲۸ھ/۱۲۶۳-۱۳۲۸ء)۔ دقائق التفسیر - دمشق، شام: موسسہ علوم القرآن، ۱۴۰۴ھ۔
۱۹. ابن جعد، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳-۲۳۰ھ/۷۵۰-۸۴۵ء)۔ المسند - بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۳۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔
۲۰. ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمن بن علی (۵۱۰-۵۷۹ھ/۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ زاد المسیر فی علم التفسیر - بیروت، لبنان: المکتبۃ الاسلامی، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔

٢١. ابن جوزي، ابو الفرج عبد الرحمن بن علي (٥١٠-٩٥٥هـ/١١١٦-١٢٠١ء)۔ الوفا بأحوال المصطفى ﷺ۔ بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣٠٨هـ/١٩٨٨ء۔
٢٢. ابن ابي حاتم، عبد الرحمن بن ابي حاتم (٢٣٠-٣٢٤هـ/٨٥٣-٩٣٨ء)۔ تفسير القرآن العظيم۔ سعودي عرب: مكتبة نزار مصطفى الباز، ١٣١٩هـ/١٩٩٩ء۔
٢٣. حاكم، ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد (٣٢١-٤٠٥هـ/٩٣٣-١٠١٢ء)۔ المستدرک على الصحيحين۔ بيروت، لبنان: مكتبة اسلامي، ١٣٩٨هـ
٢٤. حاكم، ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد (٣٢١-٤٠٥هـ/٩٣٣-١٠١٢ء)۔ المستدرک على الصحيحين۔ بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣١١هـ/١٩٩٠ء۔
٢٥. ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (٢٤٠-٣٥٣هـ/٨٨٢-٩٦٥ء)۔ الصحيح۔ بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ١٣١٢هـ/١٩٩٣ء۔
٢٦. ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (٢٤٠-٣٥٣هـ/٨٨٢-٩٦٥ء)۔ الثقات۔ بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣٩٥هـ/١٩٤٥ء۔
٢٧. ابن حميد، عبد بن حميد بن نصر ابو محمد (م ٢٣٩هـ)۔ المسند۔ قاهره، مصر: مكتبة السنة، ١٣٠٨هـ/١٩٨٨ء۔
٢٨. ابو داود، سليمان بن اشعث سنجتاني (٢٠٢-٢٤٥هـ/٨١٤-٨٨٩ء)۔ السنن۔ بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣١٢هـ/١٩٩٣ء۔
٢٩. ابو داود، سليمان بن اشعث سنجتاني (٢٠٢-٢٤٥هـ/٨١٤-٨٨٩ء)۔ السنن۔ بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربي۔
٣٠. دارمي، ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن (١٨١-٢٥٥هـ/٤٩٤-٨٦٩ء)۔ السنن۔ بيروت، لبنان: دار الكتاب العربي، ١٣٠٤هـ۔

۳۱. دلیلی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ ہمدانی (۲۳۵-۵۰۹ھ/۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ مسند الفردوس۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔
۳۲. ابوسعید نیشاپوری، عبد الملک بن ابی عثمان محمد بن ابراہیم خرکوشی (م ۴۰۶ھ)۔ شرف المصطفیٰ ﷺ۔ مکتہ المکرمۃ، سعودی عرب: دار البیئات الاسلامیہ، ۲۰۰۳ھ/۲۰۰۳ء۔
۳۳. سعید بن منصور، ابو عثمان خراسانی (م ۲۲۷ھ)۔ السنن۔ بھارت: الدار السلفیہ، ۱۹۸۲ء۔
۳۴. سعید بن منصور، ابو عثمان خراسانی (م ۲۲۷ھ)۔ السنن۔ ریاض، سعودی عرب: دار التصنیف، ۲۰۱۴ھ۔
۳۵. ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸-۲۳۰ھ/۸۲-۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔
۳۶. ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸-۲۳۰ھ/۸۲-۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعة والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔
۳۷. سیوطی، جلال الدین ابو افضل عبد الرحمن بن ابی بکر (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ الخصائص الکبریٰ۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔
۳۸. سیوطی، جلال الدین ابو افضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔
۴۹. ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد (۱۵۹-۲۳۵ھ/۷۶-۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشید۔
۴۰. ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد (۱۵۹-۲۳۵ھ/۷۶-۸۴۹ء)۔ المصنف۔

کراچی، پاکستان: ادارہ القرآن والعلوم۔

۴۱. صالحی، ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (م ۹۴۲ھ/ ۱۵۳۶ء)۔
سبیل الہدیٰ والرشاد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔
۴۲. شیبانی، ابو بکر احمد بن عمرو بن ضحاک شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔
الاحاد و المنانی۔ ریاض، سعودی عرب: دار الراية، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔
۴۳. طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم
الاولیٰ۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔
۴۴. طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم
الاولیٰ۔ قاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔
۴۵. طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم
الکبیر۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ ابن تیمیہ۔
۴۶. طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم
الکبیر۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء۔
۴۷. طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ جامع البیان
فی تفسیر القرآن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔
۴۸. طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ تاریخ الأمم
و الملوک۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔
۴۹. ابن ابی عاصم، ابو بکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ السنۃ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔
۵۰. ابن عساکر، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ دمشقی (۳۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاریخ دمشق الکبیر (تاریخ ابن عساکر)۔ بیروت،

- لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء۔
۵۱. ابن عساکر، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبیتہ اللہ دمشقی (۳۹۹-۵۵۱ھ/۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاریخ مدینة دمشق۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔
۵۲. فاکہی، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن عباس کلبی (۲۷۲ھ/۸۸۵ء)۔ أخبار مکة في قديم الدهر و حديثه۔ بیروت، لبنان: دار خضرة، ۱۴۱۲ھ۔
۵۳. قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحییٰ (۲۷۶ھ/۵۴۳ھ-۱۰۸۳ھ/۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العربی۔
۵۴. قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض (۲۷۶ھ/۵۴۳ھ-۱۰۸۳ھ/۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى۔ ملتان، پاکستان: عبدالنواب اکیڈمی۔
۵۵. قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد اُموی (۲۸۴ھ/۸۹۷ھ-۹۹۰ء)۔ الجامع لأحكام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
۵۶. قسطلانی، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱-۹۲۳ھ/۱۴۲۸-۱۵۱۷ء)۔ المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء۔
۵۷. ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (۷۰۱ھ/۱۳۰۱-۷۷۳ھ/۱۳۷۳ء)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔
۵۸. ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (۷۰۱ھ/۱۳۰۱-۷۷۳ھ/۱۳۷۳ء)۔ شمائل الرسول ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔
۵۹. لاکائی، ابو قاسم ہبیتہ اللہ (۲۱۸ھ)۔ اعتقاد أهل السنة والجماعة من الكتاب

- والسنة وإجماع الصحابة- رياض، سعودي عرب: دار طيبة، ۱۴۰۲ھ۔
۶۰. ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹-۲۴۳ھ/۸۲۳-۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔
۶۱. ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹-۲۴۳ھ/۸۲۳-۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔
۶۲. مالک، ابن انس بن مالک بن ابی عامر (۹۳-۱۷۹ھ/۷۱۲-۷۹۵ء)۔ الموطأ۔ لاہور، پاکستان: مطبع مجتہبی
۶۳. مالک، ابن انس بن مالک بن ابی عامر (۹۳-۱۷۹ھ/۷۱۲-۷۹۵ء)۔ الموطأ۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء۔
۶۴. ماوردی، ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب (۳۷۰-۴۲۹ھ)۔ أعلام النبوة۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العربی، ۱۹۸۷ء۔
۶۵. ابن مبارک، ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸-۱۸۱ھ/۷۳۶-۷۹۸ء)۔ کتاب الزهد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔
۶۶. ابو محاسن، یوسف بن موسیٰ حنفی۔ المعتصر من المختصر من مشکل الآثار۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب۔
۶۷. مسلم، ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (۲۰۶-۲۶۱ھ/۸۷۵-۸۲۱ء)۔ الصحيح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
۶۸. مقدسی، ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمن بن اسماعیل بن منصور سعیدی حنبلی (۵۶۹-۶۴۳ھ/۱۱۷۳-۱۲۴۵ء)۔ الاحادیث المختارہ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النهضة الحدیثہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔
۶۹. مقدسی، ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمن بن اسماعیل

- بن منصورى سعدى حنبلى (۵۶۹-۶۳۳ھ/۱۱۷۳-۱۲۳۵ء)۔ الاحاديث المختاره۔ فضائل بيت المقدس، شام: دارالفكر، ۱۴۰۵ھ۔
۷۰. منذرى، ابو محمد عبد العظيم بن عبد القوى (۵۸۱-۶۵۶ھ/۱۱۸۵-۱۲۵۸ء)۔ الترغيب والترهيب - بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ۱۴۱۷ھ۔
۷۱. نسائى، ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب بن على (۲۱۵-۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن - كراچى، پاكستان: قديمى كتب خانہ۔
۷۲. نسائى، ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب بن على (۲۱۵-۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن الكبرى - بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔
۷۳. ابو نعيم، احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبهاني (۳۳۶-۴۳۰ھ/۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ دلائل النبوة - حيدرآباد، بھارت: مجلس دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء۔
۷۴. ہاشمی، نور الدين ابو الحسن على بن ابى بكر بن سليمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد - قاہرہ، مصر: دار الريان للتراث + بيروت، لبنان: دار الكتاب العربى، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔
۷۵. ہاشمی، نور الدين ابو الحسن على بن ابى بكر بن سليمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد - قاہرہ، مصر: دار الريان للتراث + بيروت، لبنان: دار الكتاب العربى، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔
۷۶. ہاشمی، نور الدين ابو الحسن على بن ابى بكر بن سليمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان - بيروت، لبنان + دمشق، شام: دار الثقافة العربیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔
۷۷. ابو يعلى، احمد بن على بن ثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/۸۲۵-۹۱۹ء)۔ المسند - دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔